اسلامی انقلاب
کا طریقۂ کار

راشد شاذ

297.6
28
10893

انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امہ افیرز

(ادارہ برائے جملہ امور امت اسلامیہ)

Marfat.com

۱۷FA
209692
DATA ENTERED
Aslami Inqalab ka Tarikakar

اسلامی انقلاب

کا طریقۂ کار

راشد شاذ

5

انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امہ افیرز
(ادارہ برائے جملہ امور امت اسلامیہ)

Marfat.com

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۲: ادارہ برائے جملہ امورِ امت اسلامیہ علی گڑھ

جملہ حقوق محفوظ

اوّل اشاعت : فروری ۱۹۹۳ء

طباعت : فائن آرٹ ایجنسیز، لال کنواں، دہلی-۶
(بذریعہ شکیل افضال)

قیمت : Rupees 25/-

۲۹۷۶-۲
۱۲۸ ر
108937

طابع و ناشر
انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امہ افیرز
دارالامہ، نیو سرسید نگر
پوسٹ باکس نمبر ۷، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲
فون / فیکس : ۲۲۲۳۵ (۰۵۷۱)

Marfat.com

عرضِ ناشر

جدید دنیا میں اسلامی انقلاب کیسے برپا ہو سکتا ہے؟ اس کا واقعی طریقۂ کار کیا ہے؟ دنیا کے سب سے بڑے انقلابی اور اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کی روشنی میں عصر حاضر کے لئے ایک انقلابی لائحہ عمل کیسے ترتیب دیا جا سکتا ہے؟ یہ ہیں وہ سوالات جن پر اس مختصر سی کتاب میں بحث کی گئی ہے۔

یہ مختصر تحریر دراصل مصنف کی شہرہ آفاق تصنیف "اسلامی انقلاب کا دستور العمل" کا ایک حصّہ ہے جسے ہندوستان میں پہلی بار شایع کیا جا رہا ہے۔ اصل کتاب غیر مطبوعہ شکل میں گذشتہ چند برسوں سے مسلم انقلابیوں کے درمیان گردش کرتی رہی ہے، اس کے بعض حصّوں کے تراجم مسلم دنیا کی اہم زبانوں میں تقسیم بھی ہوتے رہے ہیں۔ پوری کتاب کے مطالعے سے نہ صرف یہ کہ اسلام کا عالمی غلبہ عین ممکن نظر آتا ہے بلکہ اس عظیم کام کے لئے ایک واضح طریقۂ کار بھی قاری کے ہاتھ آجاتا ہے۔

ضرورت تو اس بات کی تھی کہ پوری کتاب کو اردو میں اسی اہتمام کے ساتھ شایع کیا جاتا جو کسی ایسی تحریر کا حصّہ ہوا کرتا ہے لیکن فی الحال محدود مالی وسائل کے پیش نظر ضخیم تصنیف کا شایع کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں اس لئے ہم صرف اس کے ایک جزء کی اشاعت پر اکتفا کر رہے ہیں۔

خدا کرے مکمل کتاب کی اشاعت بھی جلد ممکن ہو۔

Marfat.com

اشاریہ برائے لائبریری

- اسلامی انقلاب
- سیرت
- اسلامی تاریخ
- احیائے اسلام
- غلبۂ اسلام

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انقلابِ اسلامی کا طریقۂ کار

اسلامی کلچر والے جس ملک میں آپ انقلاب اسلامی کے لئے کوشاں ہیں وہاں آپ سے قبل بھی مختلف شخصیات، انجمنوں، اداروں نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں۔ لہذا آپ کو چاہیئے کہ اپنے انقلابی مشن کو اس ملک میں بالکل نیا عمل سمجھنے اور اس حیثیت سے برتنے کے بجائے ان متقدمین کے کاموں کی توسیع سمجھیں اور مختلف میدانوں میں ان کے کاموں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ ایسا اسی وقت ممکن ہے جب آپ کے اندر اس قدر وسیع النظری پائی جاتی ہو کہ آپ ان متقدمین کے کارناموں کو اپنے انقلابی مشن کا حصہ سمجھیں، ان کی خامیوں کو اپنی خامیاں اور ان کی خوبیوں کو اپنی خوبیاں گردانیں۔ ان کی خوبیوں کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کریں ان کی خامیوں پر تنقید کریں اور ان خامیوں سے اپنا دامن بچانے کی بھرپور کوشش کریں البتہ خامیوں کی نشاندہی کے عمل میں تمسخر اور تضحیک کے بجائے ہمیشہ نصح وخیر خواہی کا جذبہ غالب ہونا چاہیئے کہ آپ اپنے متقدمین پر تنقید کر رہے ہیں جو خود آپ کی ذات اور آپ کے مشن کا ناگزیر حصہ ہیں اور یہ کہ آپ جو آج انقلاب اسلامی کے لئے کامیاب منصوبوں کی تشکیل کے لائق ہوئے ہیں اس میں ان بزرگوں کی لغزشوں، ان کے کامیاب اور ناکام تجربوں کا بہت کچھ دخل ہے۔ اگر آپ نے متقدمین کے کارناموں کو اپنے انقلابی پروگرام کا جز سمجھنے سے یکسر انکار کر دیا تو آپ کا یہ عمل نہ صرف آپ کو بے جا زعم میں مبتلا کر دے گا بلکہ آپ اپنی انقلابی تحریک کو غیر شعوری طور پر بہت پیچھے ڈھکیل دیں گے۔ انقلابی عمل کو آگے بڑھانے کے بجائے آپ کی ساری توانائی ابتدائی عمل کی تکرار میں ضائع ہو جائے گی۔ لہذا آپ کی بھرپور کوشش ہونی چاہیئے کہ آپ متقدمین کے چھوڑے ہوئے انقلابی عمل کو آگے بڑھائیں، ان کے کامیاب اور ناکام تجربوں کی روشنی میں بہتر لائحہ عمل تشکیل دیں۔

جدید ہندوستان میں انقلاب اسلامی کا داعی اپنے انقلابی عمل کے آغاز سے قبل ہو سکتا ہے اس نتیجے پر پہونچا ہو کہ :

Marfat.com

* موجودہ ہندوستان میں فی زمانہ کوئی انقلابی تحریک موجود نہیں ہے۔
* سید احمد شہید کے بعد برصغیر ہندو پاک میں انقلابِ اسلامی کی کوئی واقعتاً تحریک برپا نہیں ہو سکی۔
* علی برادران کی تحریک خلافت یا مولانا الیاس کی تحریک ایمان کسی انقلابی تحریک کے بجائے مختلف انداز سے اصلاحی کوششوں تک محدود تھی اور اپنے اعلان کردہ منشور کے مطابق ابتدا ہی سے ان کا ہدف کسی ہمہ گیر اسلامی انقلاب کا برپا کرنا نہ تھا۔
* محمد علی جناح یا ابوالاعلیٰ مودودی کی قیادت میں برپا ہونے والی تحریکیں نظامِ اسلامی کے قیام کی علمبردار تو ضرور تھیں البتہ اوّل الذکر کو اس عظیم کام کی کوئی واقعی بصیرت نہ تھی اور ثانی الذکر کسی حد تک اس کی بصیرت رکھنے کے باوجود مختلف وجوہ سے ان لوازمات کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکے جن کے بغیر نظامِ اسلامی کی تعمیر کیا جانا ممکن نہیں۔
* فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید کی زبردست خواہش کے باوجود عالم اسلام میں اب تک کوئی قابلِ ذکر کام انجام نہیں پا سکا ہے اس نام سے جو کچی پکی چیزیں بازار میں آ رہی ہیں ان میں انقلابی رویے سے انحراف نمایاں ہے۔
* ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت میں دعوتِ اسلامی کیلئے بنیادی لٹریچر، مختلف زبانوں میں آڈیو ویڈیو کیسٹ کا فقدان ہے۔

عین ممکن ہے کہ یہ برآمد کردہ نتائج حقائق کے معیار پر سو فیصدی پورے اترتے ہوں لیکن ان حقائق کے باوجود انقلابی عمل کا الف سے آغاز کرنے کے بجائے انقلابی کو اپنے نقطۂ آغاز کے تعین سے قبل یہ دیکھنا ہو گا کہ وہ کن ابتدائی مراحل سے اپنا دامن بچا سکتا ہے اور یہ کہ متقدمین کے کاموں کو کس طرح اپنے انقلابی عمل کا حصّہ بنا سکتا ہے۔ اگر اس کی نگاہ کسی گروہی تعصب سے یکسر پاک ہے تو وہ یہ آسانی دیکھ سکتا ہے کہ ایک ہمہ گیر انقلابی تحریک کی عدم موجودگی کے باوجود ملک میں انقلابی عمل کے لئے خاصا مواد موجود ہے:

گو کہ غیر مسلم ذہن کے لئے مناسب اور مفید لٹریچر مفقود ہے۔ مختلف اصلاحی جماعتوں، انجمنوں اور اشاعتی اداروں کے ذریعہ شایع ہونے والے علاقائی غیر مسلم زبانوں میں بعض مفید اردو تراجم موجود ہیں جن میں آپ کے کام کی کچھ چیزوں کا نکل آنا عجب نہیں۔

یہ صحیح ہے کہ عہد جدید میں انقلاب اسلامی کی فلسفہ سازی پر بہت کچھ مواد موجود نہیں ہے اور نہ ہی عصرِ حاضر میں انقلاب اسلامی کو برپا کرنے کے لئے کسی عملی طریقہ کار پر تفصیلی مباحث دستیاب ہیں البتہ انقلاب اسلامی کی شدید آرزو پیدا کرنے اور اس عظیم کام کی

Marfat.com

اہمیت اجاگر کرنے والی بعض ایسی تحریریں موجود ہیں جن سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ مثلاً فریضۂ شہادت حق سے متعلق درج ذیل مصنفین کی تحریروں سے مطلوبہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ نظامِ اسلامی سے متعلق شاہ ولی اللہ کی تحریریں۔

۲۔ سید احمد شہید کی انقلابی تحریک سے متعلق واقعات

۳۔ حزب اللہ سے متعلق ابو الکلام آزاد کے ارشادات

۴۔ اسلامی نظامِ حیات سے متعلق ابوالاعلیٰ مودودی کی تصانیف

۵۔ تزکیہ واصلاح سے متعلق جماعتِ تبلیغ کا صوفیانہ لٹریچر

۶۔ اسلام کی تشریح وتفہیم سے متعلق ابوالحسن علی ندوی، امین احسن اصلاحی اور وحید الدین خاں کی تصانیف۔

ہندوستان میں فی زمانہ کوئی ایسا انقلابی گروہ نظر نہیں آتا جو غلبۂ اسلام کے مشن کو اپنا سب کچھ دینے کے لئے پوری طرح آمادہ ہو، قدیم انقلابی تحریکوں کا کس بل نکل چکا ہے اور وہاں بھی مادیت نے اپنے پنجے گاڑ دئے ہیں لیکن اس حقیقت کے باوجود اسی ہندوستان میں ایسے نفوس موجود ہیں جو دنیاوی جاہ وحشم سے بے پروا، نفع ونقصان کے میزانئے سے آنکھیں بند کئے ہوئے پوری جانفشانی سے بعض تحریکوں/انجمنوں کی ریڑھ کی ہڈی بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جو غلبۂ اسلام کی آرزو لئے جیتے اور اس راہ میں اپنا سب کچھ پیش کر دینے کے لئے آمادہ ہیں البتہ کسی واقعی انقلابی تحریک کا فقدان انھیں قربانیوں کے وہ مظاہر پیش کرنے سے باز رکھتا ہے جو کسی خالص انقلابی مشن کا خاصّہ ہوا کرتا ہے۔ آپ کی انقلابی تحریک کے لئے ایسے افراد فال نیک ہیں۔

مولانا الیاس کی برپا کردہ تحریکِ ایمان اپنے فکری انحطاط اور علمی جمود کے سبب اپنا ابتدائی سرمایہ کھو چکی ہے البتہ انفرادی تربیت کے لئے اس کے صوفیانہ حلقوں سے اب بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ جدید مادی افکار سے متعلق اسلام کے نقطۂ نظر کی وضاحت کے سلسلے میں اب تک کوئی وقیع کام نہیں ہوسکا ہے۔ حتیٰ کہ ابوالاعلیٰ مودودی جنھیں عصرِ حاضر کا اہم مفکر سمجھا جاتا ہے، مارکس اور ڈارون سے متعلق ان کی تحریریں بھی پھیکی اور سطحی ہیں جو اپنے اندر جدید قاری کو متاثر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ فکر کی اسلامی تشکیل جدید سے متعلق ہونے والا کام بھی بعض مصالح کے تابع ہونے کے سبب اس انقلابی ذہن کی تعبیر سے عاجز ہے جو ہمیشہ سے علوم اسلامی کا خاصّہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس کچے پکے ذخیرے میں بعض

Marfat.com

کام کی باتوں کا نکل آنا عجب نہیں اور یقیناً اس کام میں منہمک بعض ایسے مخلصین موجود ہیں جو اپنی سادہ لوحی میں شاہی کے بچھائے گئے جال میں پھنس کر اصل انقلابی عمل سے دور ہو گئے ہیں۔ لہذا عجب نہیں کہ آپ کی تھوڑی سی کوشش خود اس گروہ سے انقلابی معمار فراہم کر دے۔ اس غیر انقلابی لٹریچر کو رد کر دینے کے بجائے اس میں اپنے کام کی چیزوں کی تلاش آپ کے لئے یقیناً مفید ہوگی۔

انقلابی عمل کی ابتدا ہی میں اگر آپ نے اس وسیع النظری کا ثبوت دیا تو آپ کے لئے آگے کی منزل بھی آسان ہو جائے گی۔ اس کے برعکس متقدمین کے کاموں سے یکسر آنکھ بند کر لینے اور جاری عمل کو یکسر رد کر دینے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آپ کو اپنے کام کا آغاز الف سے کرنا ہو گا جبکہ ذرا سی وسیع النظری آپ کو اس پوزیشن میں لے آئے گی کہ ابتدائی مراحل کی تکرار میں اپنی قوت ضایع کرنے کے بجائے اپنے کام کو اس مرحلے سے شروع کریں جہاں آپ کے متقدمین نے سے پہنچایا ہے یا جہاں سے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ متقدمین کی تحریک انقلابی عمل سے انحراف کا شکار ہو گئی ہے۔

مختلف مکاتب فکر، نیم انقلابی اور اصلاحی تحریکوں سے استفادے کا یہ رجحان ہو سکتا ہے کہ کسی مرحلے میں آپ کے اندر یہ احساس پیدا کر دے گویا آپ اپنی جماعت کے بجائے کسی اور جماعت کا کام کرنے لگے ہیں، ہو سکتا ہے کہ کسی مخصوص جماعت سے وابستہ شخص کو خود اس کے ہاتھوں کسی اور جماعت کی شایع کردہ کتابوں، تقریروں، کیسٹوں کی ترسیل و تبلیغ میں اس کی اپنی جماعت کا کام متاثر ہوتا ہوا محسوس ہو اور ہو سکتا ہے کہ جماعتی ڈسپلن اس راہ کی رکاوٹ بھی بنے لیکن اگر آپ واقعی اللہ کی رضا اور اسلام کے غلبے کے لئے کوشاں ہیں تو آپ کو جماعتی اور گروہی تعصب کا بت پاش پاش کرنا ہو گا کہ اس کے بغیر اسلام کا غلبہ ممکن نہیں۔ خوب جان لیجئے کہ آپ کی جدوجہد اللہ کی اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہے، آپ کا مقصد اسلام کا غلبہ ہے لہذا اس راہ کی کوئی بھی رکاوٹ خواہ وہ بظاہر کتنی ہی اسلامی کیوں نہ لگے خواہ یہ آپ کی محبوب تنظیم یا محبوب مصنف کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو، خواہ یہ خود آپ کی ذات یا آپ کی انا کیوں نہ ہو، اس راستے میں جو چیز بھی رکاوٹ بنے اسے بلا تکلف ہٹا دینا چاہیئے۔ یاد رکھئے آپ کسی مخصوص جماعت یا مخصوص مکتب فکر کے مبلغ نہیں ہیں، آپ صرف اور صرف اسلام کے مبلّغ ہیں لہذا دنیا کی ساری اسلامی تنظیمیں غائب ہو جائیں، جماعتیں تباہ ہو جائیں افراد نیست و نابود ہو جائیں کچھ پرواہ نہیں اصل بات یہ ہے کہ اسلام ہر صورت میں غالب اور سربلند رہے۔ جب تک آپ کے اندر یہ انقلابی رویّہ پیدا نہیں ہوتا، جب تک آپ گروہی اور جماعتی بت پرستی سے پاک نہیں ہوتے، اسلام کا غلبہ تو کجا خود آپ کا مسلمان ہونا بھی مشکوک ہے۔

Marfat.com

انقلابِ اسلامی کے بنیادی لوازم

جس طرح کسی مخصوص طرز کی عمارت کی تعمیر کے لئے مخصوص قسم کے سامان اور طریقۂ تعمیر کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اسلامی انقلاب بھی اپنے مخصوص طریقۂ عمل کے ساتھ بعض بنیادی سازو سامان کا طالب ہے۔ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے جس قسم کے افراد کی ضرورت ہوتی ہے اسے ہم چار خانوں میں بانٹ سکتے ہیں:

۱۔ اہلِ فکر پر مشتمل متحرک قیادت: آپ جس نظام کے خلاف برسرپیکار ہیں اسے الٹ پھینکنے کے لئے آپ کے پاس خواہ کتنا ہی معتبر اور مقدس جواز کیوں نہ ہو رائے عامہ کی حمایت کے لئے ضروری ہوگا کہ آپ موجودہ نظام کی بڑی بڑی خرابیوں اور بھیانک ناانصافیوں پر علمی اور عوامی ہر دو اعتبار سے انگلیاں رکھ سکیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ انقلاب خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو اور کسی بھی قوت کے خلاف ہو بذاتِ خود اس میں عوام کی روحانی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے، ان کی ہمدردیاں تبدیلی کے لیے کوشاں انقلابیوں کے ساتھ ہو جاتی ہیں لیکن اس غیر متحرک اور خوابیدہ ہمدردی کو جگانا اور اسے اپنی حمایت میں متحرک کر لینا اسی وقت ممکن ہو گا جب آپ کی متحرک قیادت موجودہ نظام کے بھیانک جرائم کی فہرست سازی میں مہارت اور تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

انقلابیوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس نظامِ حیات کے برپا کرنے کے لیے کوشاں ہیں اس کی روحانی اور پرکشش تصویر بھی کمال استعداد کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ انقلابی مشن سے متعلق دشمن کی پھیلائی گئی غلط فہمی کا ازالہ بھی اسی ضمن کی ایک کوشش ہے۔ اہلِ فکر پر مشتمل متحرک قیادت موجودہ نظام کے خلاف بغاوت کا جذبہ پیدا کرنے اور ہر قیمت پر اس کے ہاتھوں سے اقتدار کی باگ ڈور چھین لینے کی شدید خواہش پیدا کرنے میں جس قدر موثر ہو گی انقلابی تحریک اسی قدر تیزی سے آگے بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ یہ اپنے جلو میں مخالف نظریات کے حاملین کو سمونے میں بھی کامیاب ہو جائے گی۔

۲۔ **مجاھدین**: موجودہ حکومت کے خلاف بغاوت کے شدید جذبات بھڑکانا مسئلے کا حل ہے اور نہ ہی یہ کام بآسانی انجام پا سکتا ہے اس مرحلے میں اور اس کے بعد بھی انقلابی تحریک کو ہمہ وقت ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو انقلابی مشن کے لئے بلا تکلف سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ ہوں جو اسی ارادے سے اس مشن میں شامل ہوئے ہوں اور جو ہر وقت موجودہ نظام کی تباہ کاری کے لئے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالنے پر آمادہ ہوں

Marfat.com

انقلابی تحریک کو مجاہدین کا یہ گروہ ہر طبقے سے حاصل ہوتا ہے کہ ہر انقلابی مسلمان خواہ کسی محاذ پر کوئی خدمت کیوں نہ انجام دے رہا ہو شہادت اس کی اوّلین آرزو ہوتی ہے۔

۳۔ **معمار** : موجودہ نظام زندگی کو محض توڑ پھینکنا نظام اسلامی کے قیام کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ انقلاب کو برپا کرنے سے کہیں زیادہ نازک اور اہم کام اس کا سہار لینا ہے۔ آپ کے پاس یقیناً ایسے افراد ہونے چاہئیں جنھیں نظام اسلامی کی گہری بصیرت ہو اور جو انقلاب اسلامی کو جدید دنیا میں کامیابی سے ہمکنار کرنے کی پیغمبرانہ بصیرت رکھتے ہوں۔ آپ اب تک جس نظامِ عدل کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے ہیں اگر خدانخواستہ اسے صحیح طور پر برپا کرنے اور چلانے میں ناکام رہے تو نہ صرف یہ کہ آپ کی ساری محنت پر پانی پھر جائے گا بلکہ آئندہ کے لئے عوام کے دلوں میں اسلامی نظام عدل کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہے گی، پھر عصرِ حاضر میں اس کے قابلِ عمل ہونے کے سلسلے میں شدید مایوسی پیدا ہو جائے گی۔ پھر اس بات کا بھی امکان ہے کہ آپ کے برپا کردہ انقلاب کو چلانے کے لئے اگر آپ کے پاس لائق افراد موجود نہیں ہیں، آپ انقلابی عصری تقاضوں کے تحت نظام اسلامی کو بروئے کار لانے کے سلیقے سے خالی ہیں تو کوئی اور شخص یا گروہ آپ کے برپا کردہ انقلاب کی قیادت پر قابض ہو جائے۔ بیشتر اسلامی تحریکوں کے برپا کردہ انقلاب کا اسی طرح اغوا ہو چکا ہے اس لئے اس بارے میں خاصی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایک حکمراں کے خلاف بغاوت کے بعد دوسرے حکمراں کو اقتدار پر قبضہ ہوتے ہوئے دیکھتے رہنا اور بار بار اسی عمل میں اپنی قوت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ آپ تھوڑے صبر سے کام لے کر اس محاذ کو مضبوط کر لیں۔

بعض حلقوں میں یہ خیال عام ہے کہ انقلابِ اسلامی کے معمار گویا وہ لوگ ہوں گے جو اس انقلابی تحریک کے دوران بند کمروں میں علمی مشاغل جاری رکھے ہوئے ہوں گے یا اس عمل سے غیر متعلق دور دراز کے ملکوں میں علوم کے اسلامیانے کے عمل میں مصروف ہوں گے اور یہ کہ ان کا اسلام شدہ یا اسلام زدہ علم گویا مستقبل کے نظامِ اسلامی کی اساس بنے گا۔ اس قسم کے غیر انقلابی مشاغل میں مبتلا بعض سادہ لوح اصحاب اپنی نا انقلابی حکمت عملی کے لئے یہی دلیل بھی لاتے ہیں۔ لیکن اولاً تو ایسا سمجھنا رسولِ اکرمؐ کے انقلابی ماڈل کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ثانیاً یہ بالکل غیر فطری ہے کہ انقلابی عمل سے غیر متعلق کوئی "آرام کرسی دانشور" اچانک انقلاب اسلامی کا فریضہ انجام دینے لگے۔ انقلابی عمل سے دور رہنے کے سبب نامناسب سادہ لوح مشورے تو یقیناً اس گروہ سے مل سکتے ہیں البتہ انقلاب اسلامی کی واقعی منصوبہ بندی اور انقلاب کے بعد اس کی قیادت وہی شخص کر سکتا ہے جو اس پورے عمل میں دور کا تماشائی نہیں بلکہ قریب

Marfat.com

سے شریک رہا ہو اور جسے ساری پیچیدگیوں کا صرف علم ہی نہیں بلکہ کامیابی سے عہدہ برآ ہونے کا تجربہ بھی ہو۔

۴۔ **انقلابی قیادت :** ہر انقلاب کو ایک ایسی علامتی قیادت کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ایک اشارے پر انقلابیوں کی صفیں حرکت میں آجائیں جو نہ صرف انقلابیوں کے قلوب اپنی مٹھی میں رکھتی ہو بلکہ گروہی عصبیت سے یکسر پاک اور اعلیٰ مقاصد کے لئے متحرک رہنے والی اس کی شخصیت عوام میں خاصی معروف ہو۔گو کہ اسلامی انقلاب کی حقیقی قیادت مختلف محاذ پر کام کرنے والے انقلابیوں میں منقسم ہوتی ہے کسی ایک محترم اور صاحب بصیرت انقلابی میں اس کا علامتی ارتکاز ضروری ہے تاکہ نازک اوقات میں متنازع مسائل کا بروقت فیصلہ کیا جا سکے۔ انقلابی قیادت انقلابی عمل کے دوران ابھرتی ہے، اس میں گوناگوں قسم کی اتنی صفات کا ارتکاز ہو جاتا ہے کہ اسے کسی الگ خانے میں نہیں رکھا جا سکتا اور نہ ہی متحرک قیادت، یا مجاہدین یا معمار کے درمیان کوئی خط تنسیخ کھینچی جا سکتی ہے۔

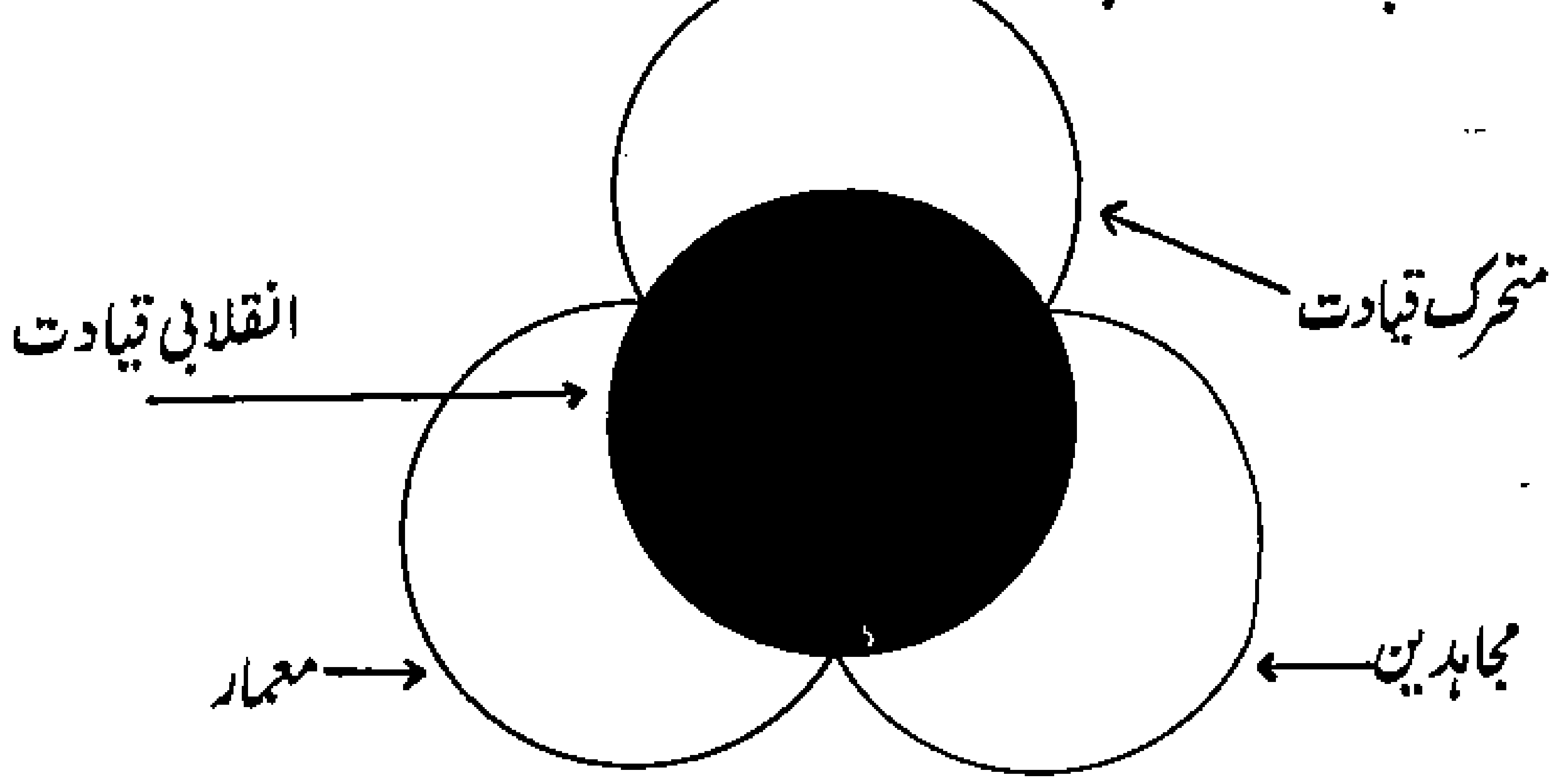

انقلابی قیادت تاریخ کے بہتے دھارے کو موڑنے کے لئے اٹھتی ہے اس عمل میں اس کی کامیابی ہی اس کے انقلابی ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے برعکس کسی مخصوص حالات کے زیر اثر یا ردعمل میں ابھرنے والی شخصیت میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ وہ تاریخ کی لگام اپنی مٹھی میں لے سکے۔ لہٰذا انقلابی شخصیت کے لئے ضروری ہے کہ اولاً ابتدا ہی سے اس کے اندر نظام باطل کو اکھاڑ پھینکنے کا شدید داعیہ موجود ہو، ثانیاً اس عمل کے لئے اس کے پاس اعلیٰ درجے کی دانشورانہ اور تنظیمی صلاحیت بھی پائی جاتی ہو۔ اس کے اندرون میں ایک ایسا جادو ہو جو دلوں کی دنیا میں آگ لگا سکے، شخصیت میں انقلابی عمل کی وہ حلاوت اور قربانی موجود ہو جس سے دوسروں کے قلوب خود بخود اس کی طرف کھنچتے چلے آئیں۔

اسلامی نظام عدل کی علمبردار انقلابی قیادت کے لئے لازم ہے کہ خود اس کی زندگی میں

Marfat.com

مستقبل کے انقلاب کی روحانی برکتوں کی جھلک نظر آتی ہو۔ مستقبل میں نظامِ حق کے قیام کے ساتھ ہی زمین و آسمان کے خزانے اس کی مٹھی میں ہوں گے کہیں ایسا تو نہیں کہ نظام عدل کے داعیوں کو بھولے بھٹکے ہی سہی دنیاوی آسائش کے حصول کا خیال آجاتا ہے؟ انقلابی قیادت کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اس سوال کا عملی جواب فراہم کرے یعنی اس کی زندگی سادگی کا مرقع ہو وہ دنیاوی سامانِ آسائش سے بے پروا مسلسل قربانیوں اور محنتِ شاقہ کا بہترین نمونہ ہو۔ اگر انقلابی قیادت کی ذات میں درویشی کے عملی مظاہر جمع ہوگئے ہیں تو اس کے ہر عمل کو تقدس اور اعتبار مل جائے گا اور نئے انقلاب کے لئے عوام میں جوش و خروش بڑھتا چلا جائے گا۔

انقلابی قیادت ابتدا ہی سے نامصالحانہ انقلابی رویے کی حامل ہوتی ہے وہ نظام زندگی میں کسی جزوی تبدیلی یا اصلاح کے بجائے اسے یکسر الٹ پھینکنا ضروری خیال کرتی ہے جب کہ مصلحین موجودہ نظام کے اندر تبدیلیوں کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ کسی اصلاحی تحریک کے نتیجے میں غیر متوقع طور پر انقلاب برپا ہوجائے[1]

انقلابی قیادت انقلاب کے لئے طریقہ کار کی تشکیل اور انقلابی نعرے کی تلاش میں معاشرے کی نبض شناسی کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ ایسے انقلابی نعرے کی دریافت جس سے عوام کے دلوں کے مضراب بج اٹھیں انقلابی قیادت کی بصیرت کا اوّلین امتحان ہے۔ نئے انقلاب کو رومانی انداز سے پیش کرنے اور اسے سارے درد کا مداوا باور کرانے کیلئے بھی ضرورت ہوتی ہے کہ سنہرے مستقبل کے لئے جوش و خروش پیدا کرنے والا عوامی طریقۂ اظہار اختیار کیا جائے یہاں تک کہ یہ سب کچھ عوامی مطالبوں کا جز بن جائے۔ گویا کسی مخصوص عہد کو اسلامی نظام عدل کا کامل نمونہ قرار دینے کے بجائے اس کے امکانی اور مثالی پہلو کو انقلابی نعرے کا جز بنایا جائے۔

اسلامی انقلاب کا داعی کسی باطل سیاسی نظام کو محض اکھاڑ پھینکنے پر قانع نہیں ہوتا کہ اس کے نزدیک اصل تبدیلی حکومتوں کی نہیں بلکہ نظامِ اقدار کی ہے جس کی بنا پر وہ نئے معاشرے کا نظام تشکیل دینا چاہتا ہے۔ اس کا کام اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ جاہلی اقدار کا تابع معاشرہ اسلامی اقدار کا تابع نہ ہوجائے یعنی لینے دینے کا انداز بدل جائے، غور و فکر کا زاویہ بدل جائے، نفع اور نقصان کا میزانیہ بدل جائے اور ہر اعتبار سے ایک مختلف اقدار کا حامل معاشرہ اور اسٹیٹ وجود میں آجائے

مروجہ اقدار میں تبدیلی کا نعرہ بلند کرنے کے بجائے انقلابی قیادت کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ان محض اقدار کو معاشرے کے نازک، محسوس اور فوری مسائل سے جوڑ دے۔ خالی خولی اقدار کا نعرہ بلند کرنا نہ تو انقلاب کی واقعی نوعیت کی مکمل تشریح کرسکتا ہے اور نہ ہی عوام کی فوری اور ناگزیر توجہ

Marfat.com

حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

انیسویں صدی کے اواخر میں مارکس نے پرولتاری طرز انقلاب کا اس زور سے غلغلہ بلند کیا کہ اس کے بعد کے انقلابی عمل کی بیشتر منصوبہ بندی عوامی، پرولتاری رنگ میں ڈوبی رہی۔ اس میں شبہ نہیں کہ عوام کسی بھی انقلابی معاشرے کے لئے بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور ہر طرز کے انقلاب کو ان کی صفوں سے سب سے زیادہ خون میسر آتا ہے۔ البتہ انقلابی قیادت کے لئے لازم ہوگا کہ وہ انقلاب کی کامیابی کے فیصلہ کن مراحل میں محض انقلابی + عوام۔ اشتراک کے بجائے دوسرے ممکنہ اشتراک سے آنکھیں بند نہ رکھے۔ اگر کسی ملک کے عوام کسی وجہ سے فیصلہ کن مراحل میں انقلابی جرأت کا مظاہرہ نہیں کر پا رہی ہے تو اس فیصلہ کن گھڑی میں اس پر انحصار کے بجائے انقلابیوں اور فوج یا حکومت کے نا انقلابی مبغوضین پر مشتمل کوئی بھی اشتراک تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عام طور پر انقلاب کو عوام کی صف سے کارکنان ملتے ہیں البتہ کبھی کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ خود حکومت کے ناراض کارکنوں کی صف سے بعض اوقات تجربہ کار اور منظم قوت میسر آجاتی ہے۔ ابتداء سے لے کر تکمیلِ انقلاب تک کے مراحل میں قوت کا نیا اشتراک تشکیل دینا اور اسے انقلابی تحریک کے لئے بروئے کار لے آنا بڑی حد تک انقلابی قیادت کی ذاتی بصیرت پر منحصر ہے۔

انقلابی عمل کو معاشرے کا جزوِ زندگی بنانے کے لئے انقلابی قیادت بیک وقت تین سمت سے حملہ آور ہوتی ہے۔ اولاً وہ اپنے گفتار و کردار سے لوگوں میں اپنی انقلابی شخصیت سے متعلق توقعات کی قندیلیں روشن کر دیتی ہے، تباہ حال معاشرے کو اس کی شخصیت میں ایک مسیحا کی تصویر نظر آتی ہے اور اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مختلف مجبوریوں کی وجہ سے وہ خود جس کام کو نہیں کر سکتا اس عظیم الشان کام کو انجام دینے کے لئے ایک عبقری شخصیت کا ظہور ہو چکا ہے۔

ثانیاً وہ باطل اور اس کے مروجہ مظاہر کے خلاف نفرت کی شدید فضا پیدا کر دیتی اور اسے اکھاڑ پھینکنا عین فریضۂ اسلامی قرار دیتی ہے۔ اب تک جو لوگ غیر اسلامی نظام کے تحت "اسلامی زندگی" جئے جانے کی خام خیالی میں مبتلا تھے ان کا غیر انقلابی عمل یکسر اعتماد کھو دیتا ہے۔ معاشرے کے روایتی دیندار طبقے کے لئے بھی اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا کہ وہ اپنی دینداری کا ثبوت حق و باطل کے عملی معرکے میں شرکت کے ذریعے دے۔ روایتی دیندار حلقے کی شمولیت رفتہ رفتہ عامتہ الناس کو بھی اس انقلابی تحریک میں شامل کر لیتی ہے۔

ثالثاً انقلابیوں میں شہادت کا شدید داعیہ اور نظام اسلامی کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں بلا تکلف پیش کر دینے کا عمل غیر متعلق افراد کو بھی انقلاب کے بارے میں سنجیدہ غور و فکر کے لئے آمادہ کر دیتا ہے۔ شہدا کا خون نہ صرف انقلابی قیادت کو اعتبار بخشتا ہے بلکہ تشدد کے کلچر کے وجود میں

Marfat.com

آجانے کے سبب عوام کے لئے بھی قربانیوں کی راہ پر چل پڑنا آسان ہوجاتا ہے۔

دُنیا کی سیاسی وحدت اور ملکوں کی سیاست پر بین الاقوامی سیاسی اشتراک کی وجہ سے یہ بھی ضروری ہوگا کہ انقلابی قیادت کو بین الاقوامی صورت حال کی بھرپور بصیرت حاصل ہو اور بین الاقوامی شیاطین کے مکروفریب سے بھی وہ خوب خوب واقف ہو۔ مختلف ملکوں میں انقلاب اسلامی کے لئے اٹھنے والی معروف یا زیرِ زمین تحریکوں سے اس کے قریبی روابط بھی مفید ہوسکتے ہیں۔ اگر اسے بذات خود ان تحریکوں کو قریب سے دیکھنے اور مختلف ممالک کے دورے کا موقع ملا ہو تو انقلابی طریقۂ کار کی ترتیب وتشکیل میں مزید مدد مل سکتی ہے۔

انقلابی ماڈل اور اس کے انطباق کا مسئلہ

آپ جس انقلاب کے داعی ہیں وہ نتائج کے اعتبار سے دنیا کے ان سارے انقلابات سے مختلف ہے جو انقلابات کی تاریخ میں عام طور پر معروف ہیں۔ روس کا انقلاب ہو یا فرانس کا، امریکہ کا انقلاب ہو یا میکسیکو کا ہر ایک نتائج اور طریقۂ کار کے اعتبار سے ایک دوسرے سے خاصا مختلف ہے۔ ایک خاص قسم کے انقلاب سے ایک خاص قسم کا معاشرہ وجود میں آتا ہے یہ ناممکن ہے کہ آپ طریقۂ کار تو سرمایہ دارانہ انقلاب کا استعمال میں لائیں اور اس کے نتیجے میں جو انقلاب برپا ہو وہ اشتراکی ہو۔ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے لازم ہوگا کہ پورے انقلابی مرحلے میں جو طریقۂ کار استعمال کیا جائے وہ خالصتاً اسلامی ہو اور اس میں رسول اکرمؐ کے انقلابی ماڈل کی جھلک دکھائی دیتی ہو۔ حالات کی تبدیلی اور ٹکنالوجی کے ارتقاء کی وجہ سے اس کی ظاہری شکل وصورت خواہ کتنی ہی کیوں نہ بدل جائے البتہ کسی بھی مرحلے میں یہ اپنی پیغمبرانہ انقلابی روح سے خالی نہ ہو۔

عام طور پر ہمارے سیرت نگاروں نے رسول اکرمؐ کے انقلابی ماڈل کی تشریح وتعبیر میں اساطیری انداز بیان اور جذباتی طریقۂ تجزیہ کو جس فراوانی سے استعمال کیا ہے اس کی وجہ سے اسکے عملی پروگرام کا سمجھنا مشکل ہوگیا ہے۔ رسول اکرمؐ کا انقلابی مشن اگر آج بھی ہمارے لئے نمونۂ عمل بن سکتا ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ وہ پہلے اور آخری پیغمبر ہیں جن کی انقلابی تحریک معجزات اور مافوق الفطری واقعات کے بجائے بڑی حد تک اسباب وعلل کی تابع ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صاحبِ وحی ہونے کی وجہ سے آپ کا معاملہ جدید دور کے انقلابیوں سے مختلف تھا کہ آپ کو اپنے انقلابی منصوبے کی تعمیر وتشکیل کے ہر مرحلے میں آسمانی ہدایت اور رہنمائی حاصل تھی

Marfat.com

لیکن سیرت طیبہ میں خود یہ رہنمائی جن زبردست کوششوں اور اسباب وعلل کی تابع نظر آتی ہے وہ بذاتِ خود اس بات کا اظہار ہے کہ اللہ کی نصرت کا حقدار بننا زبردست جدّوجہد اور تیاریوں کے بغیر ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر واقعۂ ہجرت کو لیجیے۔ اسلامی تحریک میں ہجرت ایک انتہائی نازک مرحلہ ہے جس کا بروقت حکم آپ صلعم کو وحی کے ذریعہ دیا گیا تھا۔ یقیناً ایک ایسے مرحلے میں جب رسول کی جان کو خطرہ ہو چلا تھا کفار قریش کی سازش کو اگر کامیاب ہونے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تو گویا اگلی صبح دنیا خدا کے آخری رسولؐ سے خالی ہوتی۔ اس انتہائی نازک لمحے میں خدا کی یہ بروقت مدد آپہنچی۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ اللہ کی یہ غیر معمولی مدد اس وقت آئی جب وقت کے رسولؐ نے ہجرت کے لئے پہلے سے فضا تیار کر لی تھی، تقریباً سارے مسلمان پوشیدہ طور پر مکہ چھوڑ کر جا چکے تھے اور خود رسول صلعم عنقریب مکہ سے ہجرت کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہجرت کا بیج دراصل بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر پڑ چکا تھا۔ جب تک انقلابی تحریک کا یہ خفیہ پروگرام بخیر وخوبی انجام پاتا رہا اس بات کی ضرورت نہ سمجھی گئی کہ اسے اسباب وعلل کی دنیا سے معلق کیا جائے لیکن جب معاملہ سنگین نوعیت اختیار کر گیا تو اچانک اسباب وعلل کے تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہوئے آسمانی مدد آپہنچی۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ خطرے کی اطلاع کی صورت میں جو مدد آئی تھی وہ اس پیغام رسانی کے بعد جلد ہی منقطع ہو گئی۔ ہجرت کے لئے مناسب انتظام، کفار قریش سے بچ نکلنے کا اہتمام، غار ثور میں اس وقت تک قیام جب تک قریش مایوس ہو کر بیٹھ نہ جائیں اور اس دوران جاسوسوں کے ذریعہ مکہ کی تازہ ترین صورت حال اور کفار مکہ کی سرگرمیوں کی معلومات یہ سب کچھ وقت کے رسولؐ کو خود ہی انجام دینا تھا۔ حالانکہ جس خدا کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے رسولؐ کو قتل کی سازش سے باخبر کر دے اور اسے مکہ سے ہجرت کا حکم دے اس کے لئے یہ سب کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ اس کی ہجرت کے لئے آسمانی انتظام کر دیتا۔ لیکن چونکہ اسے آخری انقلابی ماڈل کو قیامت تک کے لئے اسباب وعلل کی دنیا میں انقلاب کے لئے کوشاں نائبین کے لئے نمونہ بنانا تھا اس لئے پوری انقلابی تحریک کو اسباب وعلل کی دنیا کے تابع کر دیا گیا۔ رہا وقتاً فوقتاً اسباب وعلل کی بندشیں اٹھائے جانے اور براہ راست آسمانی مدد کا مسئلہ تو اس کا دروازہ آج بھی ان لوگوں کے لئے کھلا ہے جو واقعتاً رسولؐ کے انقلابی ماڈل کو اپنی زندگی کا منشور بنانے کے لئے آمادہ ہیں۔

جو لوگ انقلابی جدوجہد میں مادی وسائل کو فیصلہ کن اہمیت دینے کے قائل ہیں ان کے لئے یقیناً یہ بات حیرت کا باعث ہوگی کہ ۲۳ سالہ انقلابی جنگ میں مسلمان شہدا کی تعداد ۲۵۹ ہے جب کہ غیر مسلم مقتولین کی تعداد ۷۵۹ تک جا پہنچتی ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ اسلام کو غلبہ ملنے کے بعد کفار کے ڈھیر لگا دیے ہوں کہ فتح مکہ کے موقع پر قتل کئے جانے والے کفار کی تعداد صرف

Marfat.com

پانچ ہے۔ مسلم شہدار اور کافر مقتولین کی تعداد میں اتنے واضح فرق کی یہ توجیہہ بھی نہیں کی جاسکتی کہ کفار مکہ مسلمانوں کے مقابلے میں مادی وسائل اور اسلحوں کی کمیابی کا شکار تھے کہ مسلمانوں نے پوری نقلابی جنگ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں لڑی جب کہ کفر کا اپنا مستحکم نظام موجود تھا، کفار مکہ کی سیاسی، معاشی اور حربی حیثیت پورے عرب میں مسلم تھی۔ ہجرت کی وجہ سے مسلمان اپنا مال واسباب اور کاروبار مکہ میں چھوڑ آئے تھے، ان کی معیشت پوری طرح تباہ ہو چکی تھی، ان کی تعداد انتہائی مختصر تھی۔ قریش کی مخالفت مول لے کر گویا انھوں نے پورے عرب سے مخالفت مول لی تھی۔ مدینے میں قائد انقلاب کی مالی دشواریوں کا یہ عالم تھا کہ رات کو چراغ روشن کرنے کے لئے تیل نہ تھا۔ طبرانی سے منسوب حضرت عائشہ کی ایک روایت ہے جس میں وہ کہتی ہیں کہ۔ " اگر ہمارے پاس چراغ جلانے کے لئے تیل ہوتا تو چراغ جلانا تو درکنار ہم اسے بھوک کی شدت کی وجہ سے پی جاتے "

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے مدینہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے دن بھوک سے بے قرار رہتے دیکھا ہے حتیٰ کہ کچی پکی کھجوریں بھی اتنی میسر نہ آتیں کہ اس سے اپنا پیٹ بھر سکیں۔ جنگی ساز وسامان کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی بڑی لڑائی میں مقابلہ تو کجا دشمن کے اسلحہ حرب سے مسلم لشکر کو کوئی نسبت نہ ہوتی۔ غزوۂ ذات الرقاع میں چھ آدمیوں پر صرف ایک اونٹ تھا لوگوں کے پیروں میں مسلسل پیدل چلنے کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے۔ بعض اوقات جنگی مہموں کے دوران کھانے کا ذخیرہ اتنا ناکافی ہوتا کہ لوگ کھجور کھانے کے بجائے چوستے تھے اور بقیہ کمی ٹڈیوں اور درخت کے پتوں سے پوری کرتے۔ لیکن اس بے سروسانی کے باوجود مٹھی بھر انقلابیوں نے کفر کی مستحکم اور منظم قوت کو شکست فاش دے دی۔ سوال کا یہ پہلو کہ انقلابیوں کا یہ مختصر گروہ منظم باطل کو شکست دینے میں کیونکر کامیاب ہوا ہمارے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ اس سوال کے واقعی جواب کی آگہی کے بغیر جدید دور میں انقلاب اسلامی کا لائحہ عمل ترتیب نہیں دیا جاسکتا۔ اساطیری طرز توجیہہ سے دامن بچاتے ہوئے اس سوال کا جواب بعض اہم حقائق کی نشاندہی کرتا ہے۔ اوّلاً کفار مکہ کے فرسودہ مذہبی اعتقادات کے مقابلے میں انقلابیوں کا نظریہ حیرت انگیز طور پر ترقی یافتہ تھا۔ کفار مکہ کی سر توڑ جدوجہد کے باوجود اس انقلابی نظریے کی کاٹ ممکن نہ ہو سکی۔ ثانیاً انقلاب کی دعوت پر لبیک کہنے والے اور اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانیوں کے مظاہر پیش کرنے والے لوگ کسی مادی منفعت سے قطعی بے پرواہ صرف اور صرف آخرت کے لئے ساری مصیبتیں جھیل رہے تھے، غلبۂ اسلام کے لئے سب کچھ داؤں پر لگا دینے والے اس مقدس عمل نے کفار کے سخت ترین دلوں میں بھی ان کی اخلاقی برتری قایم کردی تھی۔ خود قائد انقلابؐ نے عرب کی بادشاہت کی

Marfat.com

پیش کش کو ٹھکرا کر اس خطرناک انقلابی عمل کا بار اٹھایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سخت ترین دشمن بھی ان دیوانوں کے مقابلے میں خود کو اخلاقی اعتبار سے کم تر محسوس کرتے تھے۔ قبول اسلام کے بعد خالد بن ولیدؓ نے فرمایا کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریباً سبھی جنگوں میں شریک رہا مگر کوئی جنگ ایسی نہیں جس میں شرکت کے بعد میں یہ خیال لے کر نہ لوٹا ہوں کہ میں صحیح نقطۂ نظر کی حمایت نہیں کر رہا ہوں"[۲] ثالثاً انقلابیوں کا یہ مختصر گروہ اپنے قائد کے ابرو و اشارے پر جان نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت بیتاب رہتا تھا۔ اس مشن میں انقلابیوں کو اگر ذاتی طور پر کوئی عظیم ترین کامیابی مل سکتی تھی تو وہ شہادت تھی جس کے لئے ان کے دل مچلے جاتے تھے۔ رابعاً سب سے اہم بات یہ کہ انقلابیوں کو اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن سے ٹکرانے اور اسے تباہ و برباد کرنے کی بھرپور بصیرت حاصل تھی۔ وہ اس نکتے سے خوب واقف تھے کہ مستکبرین کے مقابلے میں مستضعفین کی انقلابی جنگ کیسے لڑی جاتی ہے اور یہ کہ مختلف صورت حال میں اس کا موثر ترین طریقہ کیا ہوسکتا ہے۔

تفہیم و تجزیہ کی سہولت کے لئے رسول اکرمؐ کی انقلابی تحریک کو چار مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ذیل میں ہم ان مراحل کے امتیازی وصف پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالیں گے۔

پہلا مرحلہ: ایمان و دعوت

خفیہ دعوتی مہم:

اسلام کی انقلابی دعوت کفر کے لئے گویا پیامِ موت ہے۔ ہر نظام اپنے خلاف بغاوت کی تحریک کے لئے انتہائی حساس ہوتا ہے اگر بالکل ابتدائی مرحلے میں انقلابی دعوت نظام باطل سے جا ٹکرائے تو عین ممکن ہے کہ انقلابی مشن کو ناقابل تلافی نقصان پہونچے۔ اس لئے ہر انقلابی تحریک بالکل ابتدائی مرحلے میں عام نگاہوں سے پوشیدہ زیرزمین متحرک رہتی ہے یہاں تک کہ علی الاعلان سرگرمیوں کے لئے مطلوبہ قوت فراہم ہوجائے۔ بعثت کے ابتدائی سال قائد حقیقی کی انقلابی تحریک انتہائی خاموشی کے ساتھ زیرزمین کام کرتی رہی۔ دعوت پہنچانے کا خطرہ صرف ان حضرات کے لئے مول لیا گیا جن سے اس دعوت کے قبول کر لینے کی پوری توقع تھی۔ ابتدائی مراحل میں رسول اللہ کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ خود ان کے محترم اور مشفق چچا ابو طالب کو اس نوزائیدہ تحریکِ انقلاب کا علم ہو۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک بار وہ دونوں (آپؐ اور حضرت خدیجہؓ) نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت علیؓ گھر میں داخل ہوئے۔ علیؓ نے پوچھا اے محمدؐ یہ کیا ہے؟ کہا! اللہ کا دین جسے اس نے اپنے لئے منتخب کیا اور اس کی اشاعت کے لئے رسول بھیجے۔ سو میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور (دعوت دیتا ہوں) اس کی عبادت کی اور اس بات کی کہ لات و عزیٰ کی بندگی چھوڑ دو۔ علیؓ نے کہا: اس قسم کی بات میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس لئے میں کسی فیصلے پر پہنچنے سے قبل (اپنے والد) ابو طالب سے پوچھنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ رسول اللہ فکر مند ہو گئے کہ کہیں اعلان سے قبل یہ راز افشا نہ ہو جائے۔ آپ نے (علیؓ سے) فرمایا اے علی اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو اس معاملے کو پوشیدہ رکھو۔ علیؓ اس رات رکے رہے پھر اللہ نے علیؓ کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ دوسری صبح وہ رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا: "اے محمد آپؐ نے مجھ سے کل کیا کہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، لات و عزیٰ کا انکار کرو اور ان کا جو خدا کے شریک بنائے جاتے ہیں۔ علیؓ نے ایسا ہی کیا اور اسلام لے آئے۔ اس کے بعد ابو طالب کے خوف سے آپ کے پاس چھپ چھپ کر آتے رہے۔ اس طرح علیؓ نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور اسے ظاہر نہ کیا۔[۱۱]

ابتدائی تین سال کی زیر زمین دعوتی مہم کے نتیجے میں صرف چار افراد اپنے آپ کو اس انقلابی مہم کے لئے پیش کر سکے جن میں خدیجہؓ، علیؓ، زیدؓ اور ابو بکرؓ شامل تھے۔ حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کے بعد مسلمانوں کی تعداد تیس تک جا پہنچی لیکن اب بھی اسلام کی واقعی قوت کو کفار مکہ سے پوشیدہ رکھا گیا۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ کے ساتھ ۳۸ صحابہ ہو گئے اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے قوتِ اسلامی کو مطلع عام پر لے آنے کی سفارش کی لیکن رسولؐ کا جواب تھا کہ ابھی وہ مرحلہ نہیں آیا ہے کہ "ہم ابھی تھوڑے ہیں"۔

Marfat.com

خفیہ انقلابی مرکز کا قیام

نبوت کے چھٹے سال حضرت عمرؓ کا قبول اسلام پوری تحریک کو مطلع عام پر لے آنے کا سبب بنا۔ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو چکی تھی۔ ان لوگوں کی باہم ملاقات، انقلابی امور پر اہم اور نازک مشورے کے لئے ایک زیر زمین مرکز کی ضرورت تھی۔ انقلابی قوت کو مطلع عام پر ظہور میں لانے سے قبل اور اس کے بعد بھی ابن ارقم کا مکان خفیہ انقلابی مرکز کی حیثیت سے استعمال ہوتا رہا۔ گو کہ اس وقت مسلمانوں کی قوت محدود تھی، قائد حقیقی کی خدمت میں بیشتر انقلابی یہاں حاضر رہتے۔ مقصد تعلیم ارشاد کے علاوہ قائدِ حقیقی کے انقلابی منصوبوں سے متعلق مشورے اور خود ان کی حفاظت بھی تھا۔

نظامِ جاسوسی کی تشکیل

انقلابی تحریکوں کو شروع سے ہی ایک ایسے جاسوسی نظام کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے دشمن کی سرگرمیوں سے ہمہ وقت باخبر کرتا رہے۔ انقلابی تحریک کو ہر لمحہ موثر بنائے رکھنے اور بدلتے حالات کے ساتھ نئی حکمت عملی کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ دشمن کی سرگرمیوں اور ان کی منصوبہ بند سازشوں کا بھی علم ہو۔ رسول اکرمؐ کی انقلابی تحریک میں نظام جاسوسی کا انتہائی مفید اور مؤثر استعمال ملتا ہے۔ غار ثور میں پناہ کے دوران کفار کی سازشوں سے باخبر رہنے اور اسے مدنظر رکھتے ہوئے اگلے منصوبے کی تشکیل دینے کے لئے آپ نے جاسوسی کا جو نظام ترتیب دیا تھا وہ پہلے مرحلے کی بہترین مثالوں میں سے ایک ہے۔ جنگی مواقع کے علاوہ بھی سیرت میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن میں انقلابی تحریک اپنے نظم جاسوسی کی مدد سے مفید اور مؤثر لائحہ عمل ترتیب دیتی دکھائی دیتی ہے۔

انقلابی لب و لہجے کی دریافت

ہر انقلابی تحریک کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے انقلابی نعروں کی دریافت اور اس کے استعمال کا ایسا ہنر جانتی ہو جو لوگوں کے خیالات میں ہیجان و اضطراب پیدا کر سکے۔ مکہ میں توحید کی انقلابی دعوت گویا ایک زبردست دھماکہ تھی جس سے اہل مکہ کے غور و فکر کے زاویے متغیر ہوا چاہتے تھے، مستحکم نظریے کے آبگینے میں شگاف پڑ چکا تھا اس کے دور رس اثرات کے سبب حامی اور مخالف ہر کوئی ایک بڑے خطرے کی بو محسوس کر رہا تھا۔ بندوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کرانے اور ایک خدا کی اطاعت میں لانے کا منشور لا الٰہ الا اللہ نے جلد ہی انقلابی نعرے

Marfat.com

کی حیثیت اختیار کر لی۔ دور دراز کے حکمرانوں نے بھی اس انقلابی نعرے کی اثر انگیزی محسوس کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے جب رستم کے دربار میں دعوت انقلاب پیش کی تو سرداروں کا تجزیہ تھا کہ "خدا کی قسم اس نے ایسی بات بھیکی ہے کہ ہمارے سب غلام اس کی طرف کھنچتے چلے جائیں گے۔" ۵۴

عام دعوت انقلاب

مکہ میں تین سال کی خفیہ دعوتِ انقلاب اور پھر مزید تین سال انقلابیوں کی زیر زمین تنظیم کے بعد آخر وہ مرحلہ آگیا کہ ہانکے پکارے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا جائے اور بندوں کی خدائی کے خلاف کھلے عام علم بغاوت بلند کر دیا جائے۔ اسی دوران اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی گئی کہ پوشیدہ طور پر اب تک جو قوت تیار ہوئی ہے اسے تجربہ گاہ میں لے آیا جائے اور بندوں کی خدائی کے خلاف کھلے عام علم بغاوت بلند کر دیا جائے۔ تاکہ اب تک حق کو کمزور سمجھنے والا نظام باطل اہلِ حق کی زیر زمین کامیابی پر بوکھلا اُٹھے۔ انقلابی تحریک کی زیر زمین کامیابی کے پیشِ نظر باطل کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی درمیانی مصالحت طے پا جائے۔ البتہ اس مرحلے میں انقلابیوں کو ہر حال میں مصالحت یا صلح صفائی سے دامن بچاتے ہوئے کامل حق کے غلبہ کی جدوجہد کو جاری رکھنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے دس سالہ مکی زندگی میں کفار کی مصالحت کی ساری پیش کش کو ٹھکرا کر کیا اور جس کی طرف قرآن ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے:

> جب انھیں ہماری صاف صاف باتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اُس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کرو، اے نبی ان سے کہو' میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کر لوں۔ میں تو بس اسی وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ ۵۵

مرکزِ حمایت کی تلاش

انقلابی تحریک مروجہ نظامِ زندگی کو الٹ پھینکنے اور اس کی جگہ ایک نئے نظام کے قیام کے لئے اٹھتی ہے۔ اس زبردست کام کے لئے ضروری ہے کہ جب تک وہ فیصلہ کن جنگ لڑنے کی پوزیشن

Marfat.com

میں نہ آجائے۔ مروجہ نظام کے اندر اپنی حفاظت کا سامان ڈھونڈے کہ خود رسول اکرمؐ نے جاہلی قبائلی نظام کے تحت ابو طالب کی حمایت حاصل کر رکھی تھی۔ ابو طالب کی موت کے بعد جب ابو لہب بنی ہاشم کا سردار بن گیا تو اس نے آپؐ کا قبیلہ سے اخراج کر دیا۔ اب آپ صلعم کو دوسرے مرکز حمایت کی تلاش ہوئی مکہ سے نکل کر طائف جانا اس سلسلے کی پہلی کوشش تھی جس میں آپؐ کو زبردست ناکامی ہوئی۔ طائف سے واپس آنے پر آپؐ نے مختلف لوگوں کے نام یہ پیغام بھیجا کہ کوئی آپ کو شخصی امان میں لے لے تاکہ آپ مکہ میں رہ سکیں۔ بالآخر ایک کافر مطعم بن عدی نے آپ کی درخواست قبول کی اور آپ اس کے لڑکوں کی تلوار کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے۔ مختلف میلوں اور بازاروں میں مختلف قبائل کی حمایت کے حصول کے لئے گئے مگر کہیں بھی آپؐ کو کامیابی نہ ملی۔ کسی قبیلہ کے شخصی امان کے بغیر آپ صلعم کی زندگی ہر لمحے خطرے میں تھی اور آپؐ کے لئے انقلابی مشن کا جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔ کسی بھی قبیلے کے لئے انقلابی مشن کے قائد کی ذمہ داری قبول کرنا آسان نہ تھا اور وہ بھی ایسی صورت میں جب عرب کے سب سے بااثر قبیلہ قریش نے اسے نکال دیا ہو اس سلسلے میں آپؐ نے کوئی پندرہ قبائل سے رابطہ کیا۔ مکی زندگی کے آخری تین سال انتہائی بے بسی کے عالم میں حمایتی کی تلاش میں گذر گئے۔ بالآخر مکہ سے ڈھائی سو میل دور نسبتاً کم قوت رکھنے والے اوس اور خزرج کے قبائل نے قائد انقلاب کی حمایت کے لئے آمادگی ظاہر کر دی۔

دوسرا مرحلہ (عبوری): ہجرت

دار الانقلاب کا قیام

اوس و خزرج کی حمایت سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ انقلابی تحریک کو عرب کے ایک انتہائی حساس علاقے یثرب میں اپنی سرگرمیوں کے لئے ایک آزاد مرکز مل گیا۔ اب دار ارقم میں چھپ کر مشورہ کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ انقلابیوں کے مکہ سے ہجرت کرنے اور یثرب میں جمع ہو جانے سے ایک موثر قوت وجود میں آگئی تھی جو بحر احمر سے صرف اسی میل کی دوری پر اپنی انقلابی صفوں کو درست کر رہی تھی۔ قریش کے شام جانے والے قافلے بدر کے مقام سے گذرا کرتے تھے جو اب ہر لمحہ مٹھی بھر انقلابیوں کی زد میں تھے۔ انقلابیوں کو ایک ایسی سرزمین ہاتھ آگئی تھی جہاں وہ اپنے انقلابی منصوبوں کی تکمیل کے لئے آزاد فضا میں کام کر سکتے تھے، حربی اور افرادی تربیت کے لئے یہ جگہ انتہائی مفید اور موثر ثابت ہوئی۔

Marfat.com

مسلح جدوجہد کی طرف پیش قدمی

انقلابیوں کے لئے مدینہ کو ہر طرح سے محفوظ و مامون بنانے اور اندرونی خطرات سے ازالے کے لئے ضروری تھا کہ اندرون مدینہ غیر مسلم یہودی قبائل اور مسلمانوں کے درمیان امن و آشتی کا معاہدہ طے پا جائے جس میں فیصلہ کن حیثیت قائد انقلاب ﷺ کو حاصل ہو۔ اسی ضرورت کے تحت میثاقِ مدینہ وجود میں آیا۔ اندرونی خطرات کے ازالے کی یہ پرامن اور مصالحانہ کوشش در اصل اس بات کا اظہار تھی کہ اب بہت جلد قائد انقلاب ﷺ اندرونی مسائل سے مطمئن ہو کر انقلابی قوت کو بیرونی سرحدوں پر استعمال کرنے والے ہیں کہ محدود قوت کے باوجود اب کفر سے مسلح تصادم کا مرحلہ آ پہنچا تھا۔

ہمہ وقتی انقلابی دستے کی تشکیل

دنیا کا کوئی بھی انقلاب فارغ اوقات کی سرگرمیوں سے برپا نہیں ہو سکتا۔ ہجرت سے سب بڑا فائدہ یہ ہوا کہ تحریکِ انقلاب کو انتہائی مخلص افراد پر مشتمل ہمہ وقتی کارکنان کا ایک دستہ مل گیا۔ یہ وہ حضرات تھے جو انقلابی مشن سے اپنے تعلق قلبی کے ثبوت میں اپنے جمے جمائے کاروبار کو چھوڑ کر آئے تھے، اپنے اہل و عیال اور قبیلے کی دشمنی مول لی تھی، اپنی دنیا کی تباہی گوارا کی تھی لیکن کسی حال میں انھیں یہ گوارا نہ تھا کہ انقلابی مشن سے باز آ جائیں۔ ان ٹھو کے بجائے انقلابیوں کو مدینہ میں اس کے علاوہ کوئی کام نہ تھا کہ وہ شب و روز غلبۂ اسلام کے لئے مصروف رہیں۔ اس مقصد کے لئے نئے نئے منصوبے تشکیل دیں اور اس کی کامیابی کے لئے جان کی بازی لگا دیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب جان کی بازی لگا دینے والے مٹھی بھر انقلابیوں کا ہمہ وقتی دستہ تشکیل پا گیا تو بہت حد تک اسلام کی تحریک فتح و نصرت کے مرحلے میں داخل ہو گئی۔

تیسرا مرحلہ : جہاد

مقدس دہشت گردی اور گوریلا طریقۂ جنگ کا استعمال

مدینہ میں قدم جمانے اور اندرونی خطرات سے کسی حد تک مطمئن ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے غلبۂ اسلام کے لئے اقدامی عمل کا پروگرام بنایا۔ لیکن محدود افرادی اور حربی قوت اور پست حال

108937

Marfat.com

معیشت کے پیشِ نظر یہ ممکن نہ تھا کہ مکہ کے منظم اور مستحکم کفر سے براہ راست ٹکر لی جائے۔ چنانچہ مستضعفین کی انقلابی حکمت عملی بروئے کار لائی گئی اور انقلابی طریقۂ جنگ کو اپنے لئے منتخب کر لیا گیا۔ جنگ بدر سے قبل کی آٹھ مہموں میں گوریلا طریقۂ جنگ کی روح کارفرما نظر آتی ہے جب کہ یہودی قبائل کے سرداروں اور اسلام مخالف شرپسندوں کو خاموش کرنے کے لئے دہشت گردی کا طریقہ استعمال میں لایا گیا۔ انقلابی طریقۂ جنگ کی یہی وہ بصیرت تھی جس کے باعث کفرو اسلام کی دس سالہ طویل جنگ صرف ۲۵۹ انقلابیوں کی شہادت کا باعث ہوئی جب کہ مسلح کفار کے مقتولین کی تعداد ۷۵۹ تک جا پہنچی۔

مراکزِ قوت کو غیر موثر بنانا

انقلابی گروہ گردوپیش کی ہر قوت سے بیک وقت جنگ مول نہیں لے سکتا۔ اس کی نگاہیں ہمیشہ اصل مرکز و محور کو تاراج کرنے پر لگی ہوتی ہیں۔ عرب میں قریش کے غلبہ و اقتدار کے پیشِ نظر کسی متبادل نظام کا قیام اس کے انہدام پر ہی ممکن تھا۔ رہے دوسرے چھوٹے بڑے دشمن تو ان سے ابتدائی مراحل میں دامن بچانے کے لئے ضروری تھا کہ مصالحت کے وقتی معاہدے وجود میں لائے جائیں۔ مدینہ میں آنے کے بعد آپ صلعم نے سب سے پہلے میثاق مدینہ کے ذریعہ دشمن یہودیوں کو ایک معاہدے کا پابند بنایا، اس کے بعد چار مختصر غزوات کے موقع پر قرب وجوار کے مختلف قبائل سے کفار مکہ اور مسلمانوں کی باہمی جنگ میں غیر جانبدار ہونے کا عہد لے لیا۔ چھوٹے چھوٹے مراکزِ قوت کو غیر جانبدار بنا لینے کے بعد اب آپ کے لئے یہ آسان تھا کہ کفارِ قریش کا زور توڑنے کی ترکیبیں سوچیں اور انہیں کسی قدر یکسوئی کے ساتھ استعمال میں لائیں۔

ہجرت کے بعد آپؐ کی مختلف شادیاں بھی مآخذ قوت کو غیر مؤثر بنانے کی مہم کا حصہ تھیں۔ میمونہ بنت الحارث سے آپؐ کے نکاح نے مکہ کے آٹھ ممتاز خاندانوں سے آپ کے تعلقات پیدا کر دئے۔ مکہ کا سب سے بڑا فوجی کمانڈر خالد بن ولید میمونہ کے بھتیجہ ہونے کی وجہ سے اب آپ کے قریبی رشتہ دار ہو گئے تھے۔ اس شادی نے جلد ہی خالد بن ولید کو مخالف کیمپ سے نکال کر اہل حق کے کیمپ میں پہونچا دیا۔ اسی طرح ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے شادی کر لینے کے بعد نہ چاہتے ہوئے بھی مکے کے سردار ابوسفیان کی مخالفت میں پہلے کی سی شدت ختم ہو گئی کہ اب قائد انقلاب خود مکے کے سردار کا داماد تھا اور قبائلی زندگی میں ان رشتوں کی بڑی اہمیت تھی۔

Marfat.com

فوری نوعیت کے جنگی معاہدے

مسلمانوں نے مدینہ میں ایک باقاعدہ ریاست کی بنیاد رکھی تو اس کے ساتھ ہی جنگ ہونے کا امکان یقینی تھا۔ بہت سی تحریکوں کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب انقلابی تحریک اپنی حکومت قائم کر لیتی ہے تو انقلاب دشمن قوتیں انقلابی حکومت کو ہمیشہ سے ختم کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انقلابی حکومت کو فوری طور پر یہ اقدامات کرنے پڑتے ہیں تاکہ وہ اپنے دفاع کو مضبوط بنا سکے۔ چنانچہ حضور نے مدینہ میں آتے ہی مختلف قبائل سے فوری نوعیت کے جنگی معاہدے کئے تھے۔ انقلابی جنگ کے اصولوں کے مطابق یہ ضروری ہے کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہو تو انقلابی قوتیں اپنے حلیف تلاش کریں۔ مکہ کے قریش اور مدینہ کے یہودیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو ضرورت تھی کہ وہ مدینہ کے گرد و نواح میں آباد قبائل سے معاہدے کریں۔ مدینہ کے شمال اور جنوب میں جو قبائل آباد تھے ان کی حیثیت بہت اہم تھی کیونکہ مسلمانوں کی محدود قوت کے پیش نظر یہ ضروری تھا کہ ایک وقت میں دو دشمنوں سے نہ لڑا جائے۔ جغرافیائی اعتبار سے مدینہ کے شمال اور جنوب کے قبائل بہت اہمیت رکھتے تھے۔ یہ مسلمانوں کے لئے جنگی حکمت عملی کا تقاضا تھا کہ ان قبائل سے معاہدے کر لئے جائیں۔ مدینہ کی تجارتی شاہراہ ان قبائل کے علاقوں سے گزرتی تھی۔ ان قبائل کی حیثیت اس بات کی متقاضی تھی کہ مسلمانوں کو ان کی حمایت حاصل ہو تاکہ دشمن کے خلاف جنگ میں مدد مل سکے اور مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہو۔ ان قبائل کی مدد سے مسلمان دشمنوں کو گھیرے میں لے سکتے تھے اور جنگ کے دوران ان کی پیش قدمی کو روک سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان قبائل سے یہ معاہدے کئے گئے کہ وہ کسی قسم کے معاہدے کو نقض نہیں کریں گے اور ان کی حمایت حاصل رہے گی۔

ہجرت کے پہلے سال آپ نے چند صحابہ کے ساتھ ودان تک پیش قدمی کی اور قریش کے تجارتی قافلوں کی روک تھام کی۔ یہ اقدام اس لئے کیا گیا تاکہ قریش کی تجارت پر ضرب لگائی جائے۔ بنو ضمرہ سے معاہدہ کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اور مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔ اس معاہدے کے بعد قریش مکہ کے تجارتی قافلوں کا راستہ غیر محفوظ ہو گیا۔ قریش مکہ جو تجارت پر انحصار کرتے تھے، ان کے لئے یہ تشویش کا باعث تھا۔ قریش مکہ نے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان

Marfat.com

کا راستہ روکنے کے لئے دو سو مسلح دستے کے ساتھ مکہ سے باہر نکلے لیکن مسلمان ایک غیر متوقع راستے سے بچ بچا کر حدیبیہ پہونچ گئے اور خالد سے مقابلے کی نوبت نہ آئی۔ قائد انقلاب نے حدیبیہ میں پڑاؤ ڈال دیا اور قریش کو روایتی دینداری کا بھرم قائم رکھنے کے لئے صلح کا راستہ سجھایا۔ آپؐ نے فرمایا:

ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں بلکہ صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں۔ جنگ نے قریش کو خستہ حال بنا دیا ہے انھیں بہت نقصان پہونچا ہے۔ اگر وہ پسند کریں تو میں ان کے لئے ایک مدت مقرر کر دوں اور وہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ سو اگر میں غالب آجاؤں اور وہ چاہیں تو اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے اور اگر مجھے غلبہ نہ ہوا تو وہ جو چاہتے ہیں انھیں حاصل ہو جائے گا اور اگر قریش نے اس سے انکار کیا تو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس معاملہ میں ان سے لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے اور اللہ کا حکم پورا ہو۔(۶)

ناجنگ معاہدے کی یہ پیش کش دشمن کی جانب سے نہ ہوئی تھی لیکن چونکہ انقلابی قوتوں کو اس کی شدید ضرورت تھی اس لئے ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ خود مسلمانوں کی طرف سے معاہدے کی پیش کش ان کی کمزوری کے بجائے قوت کا اظہار معلوم ہو، البتہ جب معاہدہ لکھے جانے کا وقت آیا اور قریش نے حمیت جاہلیت کا مظاہرہ کیا تو معاہدہ کو بچانے کی غرض سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو کاٹ کر بسمک اللّٰھم لکھنے میں کوئی تکلف نہ ہوا۔ خود رسول اللہ نے اپنے ہاتھوں سے محمد رسول اللہ کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھے جانے کی راہ ہموار کر دی اور بظاہر دبتی شرائط پر دس سالہ ناجنگ معاہدہ قبول کر لیا۔ کفر کی سب سے بڑی قوت سے ناجنگ معاہدہ ہو جانے اور اسے مکہ میں محدود کر دینے کے بعد مسلمان اس لائق ہو سکے کہ وہ چھوٹے چھوٹے دشمنوں سے بآسانی نمٹ سکیں۔ چنانچہ محرم ۷ ہجری میں خیبر کے یہودیوں کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل کر دیا گیا۔ دعوت و تبلیغ کے لئے پرسکون فضا میسر آجانے کے بعد مسلمانوں کو نئی انقلابی حکمت عملی ترتیب دینے اور اسے بروئے کار لانے کا موقع ملا۔ چنانچہ صرف دو سال کے مختصر عرصے میں ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کا لشکر دس ہزار مسلح فوج میں تبدیل ہو کر کفر سے فیصلہ کن جنگ کے لئے مکہ کی جانب چل پڑا۔

Marfat.com

چوتھا مرحلہ : استحکامِ انقلاب

عام معافی کا اعلان

انقلاب کی کامیابی اور انقلابیوں کو غلبہ وتفوق حاصل ہوجانے کے بعد انتہائی نازک مرحلہ انقلاب کا استحکام ہوتا ہے۔ ذراسی بے احتیاطی پورے انقلابی مشن پر پانی پھیر سکتی ہے۔ اس مرحلے میں انقلابی قوت کو دشمن کے خلاف انتقامی کارروائیوں میں الجھنے سے بچانے اور اسے استحکامی اقدام میں لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب تک آپ نے اخلاق وکردار کے جو وار دشمن پر کئے تھے وہ ایک مغلوب گروہ کا اقدام تھا اب غلبے نے آپ کو ایک ایسی پوزیشن میں لا کھڑا کیا ہے جہاں آپ انتقامی کارروائیوں کی صلاحیت رکھنے کے باوجود دشمن کو معاف کرسکیں۔ آپ کا یہ زبردست اخلاقی وار انتقامی کارروائیوں سے کہیں زیادہ موثر ثابت ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد کفار قریش کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا وہ اس انقلابی حکمت عملی کا بہترین اظہار ہے جس میں انقلابی قوت کو انتقامی کارروائیوں میں الجھنے سے بچانے اور زبردست اخلاقی وار سے شکست خوردہ دشمن کے قلوب پر حملے کا اشارہ ملتا ہے۔

> آپ ﷺ نے فرمایا اے معشر قریش تمہیں کیا نظر آرہا ہے! میں تمہارے معاملے میں کیا رویہ اختیار کروں گا؟ ان لوگوں نے کہا بھلائی کہ آپ بہترین بھائی ہیں اور بہترین بھائی کے بیٹے ہیں۔ فرمایا: میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ آج تمہارے اوپر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔[۵]

حتیٰ کہ متشدد اور متحرک قسم کے اسلام دشمنوں پر مشتمل لوگوں کی جو فہرست سزائے موت کے لئے تیار کی گئی تھی اور جنھیں اس عام معافی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا ان میں بھی ان تمام لوگوں کو معاف کردیا گیا جو معافی کے طالب ہوئے۔ واقعی سزا پانے والوں کی تعداد سترہ سے گھٹ کر صرف پانچ ہوگئی۔

نظامِ عدل کا قیام

انقلابیوں کے ہاتھ میں اقتدار آجانے کے بعد غیر جانب دار آبادی یا انقلاب کے حمایتی بجا طور پر اس بات کے طالب ہوتے ہیں کہ جس نظامِ عدل کے نام پر یہ سارا انقلاب برپا کیا گیا ہے اس

Marfat.com

ے عملی مظاہر بھی سامنے آئیں۔ نظام عدل کے عملی مظاہر داخلی محاذ پر انقلاب کو قوت پہنچاتے ہیں اور وہ لوگ بھی جواب تک کسی وجہ سے اس کی اہمیت کے قائل نہ تھے عملی مظاہر کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ رسول اکرمؐ نے فتح مکہ کے بعد جس نظام کو عملی طور پر متعارف کرایا اس میں اہلِ مکہ کو بے پناہ مادی اور روحانی منفعت کا سامان نظر آیا۔ نیا نظام زندگی نئے اخلاق اور روحانی نظام کے ساتھ ہی بہترین اقتصادی نظام بھی لایا تھا، پھر رسول اکرم کا مختلف باہمی نزاع کو حل کرنے کا منصفانہ انداز بھی گویا اس بات کا اعلان تھا کہ اس نظام میں عدل و انصاف کے دروازے سبھوں کے لئے کھلے رکھے گئے ہیں۔ قبائلی ڈھانچے میں جن باصلاحیت اور محنت کش نوجوانوں کے لئے بہت بلند مقام حاصل کرنا ممکن نہ تھا اس نئے نظام میں ان کی ترقیوں کے دروازے کھلے تھے۔ دوسری طرف پرانے جاہلی نظام کے ٹوٹنے بکھرنے سے جن بڑے بوڑھوں کو سب سے زیادہ نقصان پہونچا تھا انھیں بھی تالیف قلب کے لئے بڑے بڑے تحائف عطا کر دئے گئے تھے۔ خود ابوسفیان کو فتح مکہ کے بعد خصوصی اہمیت دے کر اس کا دل جیتنے کی کوشش کی گئی۔ ان تمام کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشرے میں مختلف سطحوں پر نئے نظام زندگی کے لئے جوش و خروش بڑھتا گیا۔

بین الاقوامی تبدیلی کے لئے انقلابی قوت کا حکیمانہ استعمال

کسی ملک یا خطے میں انقلابی تحریک کی کامیابی اپنے گرد و پیش کی صورت حال سے مکمل بے اعتنائی نہیں برت سکتی ہے۔ انقلاب کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ نئی انقلابی ریاست کے اطراف میں قوت کے دوسرے مراکز یا ریاستیں اسے کھلے دل سے قبول کرلیں اور وقت کی بڑی طاقتوں سے اس نوزائیدہ ریاست کو جو خطرہ درپیش ہو اس کے تدارک کا سامان بھی انقلابیوں کی جھولی میں موجود ہو۔ انقلابی قوت کو بیرونی محاذ پر اس لئے بھی مشغول کرنا ضروری ہوتا ہے کہ مدتوں انقلابی طرز زندگی جینے والے دستے کو اگر معاشرے میں یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو یہ اپنے مسلسل انقلابی دھماکوں سے معاشرے کو ہلا پھینکے گا۔ پھر انقلابی مشن کی توسیع کے لئے بھی ضروری ہے کہ داخلی محاذ پر مطمئن ہو جانے کے بعد انقلابی تحریک خارج کا رُخ کرے۔ فتح مکہ کے فوراً بعد حنین اور طائف کی طرف قائد انقلابؐ کا مارچ دراصل اسی سپے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی اثناء میں آپؐ نے اطراف کے کئی قبائل سے قبول اسلام کے بغیر معاہدے کر لئے۔ یہ گویا نئی ابھرتی ہوئی انقلابی ریاست کو بین الاقوامی سیاست میں اعتبار دلانے کے مترادف تھا۔ پھر آپ جلد ہی وقت کی سب سے بڑی قوت سے پیدا شدہ خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیس ہزار کا لشکر لے کر

Marfat.com

انقلابی ماڈل

پہلا مرحلہ

* ایمان/دعوت (الف)
  - خفیہ دعوتی مہم
  - خفیہ انقلابی مرکز کا قیام
  - نظام جاسوسی

* (ب)
  - انقلابی لب و لہجے کی تشکیل
  - عام دعوتِ انقلاب
  - مرکز حمایت کی تلاش

دوسرا مرحلہ (عبوری)

* ہجرت
  - دار الانقلاب کا قیام
  - ہمہ وقتی انقلابی دستے کی تشکیل
  - مسلح جدوجہد کی طرف پیش قدمی

تیسرا مرحلہ

* جہاد
  - مقدس دہشت گردی اور گوریلا طریقۂ جنگ کا استعمال
  - مراکز قوت کا غیر مؤثر بنانا
  - نا جنگ معاہدے، فوری نوعیت کے

چوتھا مرحلہ

* استحکام انقلاب
  - عام معافی
  - نظام عدل کا قیام
  - عالمی تبدیلی کے لئے انقلابی قوت کا حکیمانہ استعمال

Marfat.com

تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔ تقریباً دو دہائی تک شب و روز جدوجہد کے نتیجے میں پیدا ہونے والی انقلابی قوت اگر خارجی محاذ پر نہ لگائی گئی ہوتی تو اوّلاً اسلام کی توسیع ممکن نہ ہوتی اور اسلامی انقلاب ایک مقامی عمل بن کر رہ جاتا ثانیاً وقت کی بڑی قوتیں دیر یا سویر اس محدود علاقائی قوت پر قابض ہو جاتیں ثالثاً انقلابیوں کا گروہ آسودگی اور اطمینان کے باعث رفتہ رفتہ اس طرز زندگی سے منحرف ہو جاتا اور رابعاً جن لوگوں نے انقلابی جدوجہد کے دوران شجاعت کے شاندار مظاہرے کئے تھے اور جنھیں مسلسل دس سالہ جنگ میں شرکت کی وجہ سے مختلف انداز کی جنگوں کا بہترین تجربہ حاصل ہو گیا تھا وہ چھوٹے چھوٹے باہمی نزاعی معاملات میں اپنی ہنرمندی اور فنکاری کا مظاہرہ کرنے سے نہ چوکتے نتیجتاً بہت جلد انقلابی ریاست کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی۔ فتح مکہ کے بعد کسی سکوت اور آرام کے بغیر مختلف سمتوں میں انقلابی مشن کا جاری رکھنا رسولؐ کی اسی بصیرت پر دال ہے۔

انقلابی بصیرت کی تشکیلِ نو

رسول اکرمؐ کا انقلابی ماڈل اپنی کیفیت اور نوعیت کے اعتبار سے رہتی دنیا تک کے لئے انقلابِ اسلامی کے لئے مشعل راہ رہے گا البتہ دنیا کی مسلسل تغیر پذیر سیاسی صورت حال اور سماجی ڈھانچے میں تبدیلی کی وجہ سے اس کے مظاہر بدلتے رہیں گے۔ انقلابی ماڈل کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے عین ممکن ہے کہ مختلف سیاسی صورتِ حال میں اس کی ظاہری ہیئت اس قدر بدل جائے کہ سادہ لوح اسلامیوں کو یہ سب کچھ اجنبی عمل کا حصہ معلوم ہو۔ البتہ جو لوگ رسول کے منہجِ انقلاب میں اسباب وعلل کی کارفرمائی اور اس انقلابی طریقے میں زبردست ذہانت وفراست کی کارفرمائی کی کسی حد تک بصیرت رکھتے ہیں ان کے لئے ان اسباب وعوامل کا سراغ لگانا کچھ مشکل نہیں جو اس انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں معاون رہے ہیں۔ عرب کے مخصوص ماحول میں انقلابی مشن کی کامیابی کو مقامی، سماجی، سیاسی اور مذہبی عوامل سے یکسر الگ نہیں کیا جا سکتا۔ انقلابی گروہ کی ترتیب وتنظیم اور اس کے مختلف مراحل کے تعین میں یقیناً اس وقت عرب کی مخصوص صورت حال اور اس وقت کی سوپر پاور کی قوت کو پیشِ نظر رکھا گیا تھا، دشمن وقت کی قوت کی واقعی تفہیم اور اس کے مقابلے میں ایک پر اثر اسٹریٹجی کی تشکیل کا نتیجہ تھا کہ رسولؐ وقت کا انقلابی مشن حیرت انگیز کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ لہٰذا آج بھی جو لوگ اسلامی انقلاب کے لئے کوشاں ہوں گے انھیں موجودہ باطل کی صحیح تفہیم اور اس کے لئے ایک موثر اسٹریٹجی کی تشکیل کی ضرورت

Marfat.com

ہوگی۔ یوں سمجھئے کہ انقلابی ماڈل ایک ایسا زبردست آرکی ٹائپ ہے جس کی روشنی میں ہر دور کے لئے ایک کامیاب انقلابی فارمولا تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ جس طرح بعض مخصوص صورت حال میں مخصوص کیمیائی اشیاء کے تعامل سے مخصوص شے کا برآمد ہونا یقینی ہے اسی طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ انقلابی فارمولے کے نتیجے میں مطلوبہ قربانیوں کے بعد اسلامی انقلاب برپا نہ ہو۔ البتہ انسان چونکہ کسی کیمیائی مادے کی بہ نسبت انتہائی پیچیدہ شے ہے اس لئے اس سے متعلق فارمولہ سازی میں انتہائی احتیاط اور بصیرت کی ضرورت ہوگی۔

انقلابی بصیرت کا فقدان اور انقلابی ماڈل کو جوں کا توں برتنا یا اس کی ظاہری تعبیر پر سختی سے جم جانا کسی بھی طرح کامیابی کا ضامن نہیں ہوسکتا، خود انقلابی ماڈل کی روح جدید دور میں انقلابی مظاہر کی بالکل مختلف شکل کا تقاضا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر Global Village کے وجود میں آجانے اور رسل و رسائل کی سہولتوں کے عام ہونے کی وجہ سے اب ہجرت کوئی انقلابی قدم معلوم نہیں ہوتی۔ جدید معاشرے میں مختلف سماجی اور معاشی وجوہات کی بنا پر لوگوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا اور مستقلاً آباد ہوجانا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ پھر آج کے مخصوص سیاسی حالات میں انقلابیوں کے لئے کسی ایک مقام پر جمع ہونا جنگی نقطۂ نظر سے انتہائی خطرناک ہے۔ موجودہ نظام کے باغی جو قوت کی کمی کی وجہ سے ابتدائی مراحل میں مقدس دہشت گردی اور گوریلا جنگ جیسی ترکیبوں کو بروئے کار لانا چاہیں گے ان کے لئے کسی بھی اعتبار سے یہ مناسب نہ ہوگا کہ وہ کسی معلوم مقام پر اپنی ساری قوت مجتمع کردیں کہ جدید گوریلا طریقۂ کار مختلف چھوٹے چھوٹے مراکز کے قیام کے حق میں ہے۔ Weapon Technology میں زبردست ترقی اور خودکار آتشیں اسلحوں کی دریافت کی وجہ سے مقدس دہشت گردی مظاہر کے اعتبار سے بھی انقلابی ماڈل سے قطعی مختلف نظر آئے گا اور اس لئے اس کی نئی اخلاقیات مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ عصر حاضر کے باطل کے مقابلے کیلئے ہر ملک میں قدرے مختلف فارمولے کی ضرورت ہوگی اور اس کی ترتیب کے وقت بعض ایسے پریشان کن سوالات بھی آئیں گے جس کے لئے کوئی نصِ قطعی تو انقلابی ماڈل میں موجود ہوگا البتہ اس کی شناخت اور انطباق کا کام اس عہد کے متکلمینِ اسلام، بالفاظ دیگر انقلابی قیادت کو کرنا ہوگا۔

رسول اکرمؐ کی قیادت میں برپا ہونے والا اسلامی انقلاب اپنے ابتدائی مراحل میں بڑی حد تک بین الاقوامی قوتوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہا — اس کا ایک بڑا سبب جزیرۃ العرب کی مخصوص جغرافیائی صورت حال تھی جس نے عرب میں پیدا ہونے والی نئی انقلابی قوت کو وقت کی دونوں بڑی قوتوں کی توجہ سے محروم رکھا اور کچھ قدیم زمانے کا بین الاقوامی سیاسی

Marfat.com

ڈھانچہ تھا جس میں مختلف ملکوں کے مابین تعلقات نسبتاً آزاد فضا میں قائم تھے۔ البتہ جدید دور میں اُٹھنے والی کوئی بھی تحریک بالکل ابتدائی مرحلے میں اپنے آپ کو بین الاقوامی شیاطین کے گرد گھرا پائے گی اور اس لئے اسے پہلے مرحلے میں ایسی ترکیبوں کی ضرورت پیش آئے گی جو اسے بین الاقوامی محاذ پر باطل سے نمٹنے کے لئے کچھ مہلت دے سکے۔ جدید دنیا میں کچھ ایسے بین الاقوامی سیاسی اور نیم سیاسی ادارے بھی موجود ہیں جن پر سادہ لوحوں کو قوت کے ماخذ کا دھوکہ ہو سکتا ہے البتہ انقلابیوں کے لئے ان اداروں کو قطعی خاطر میں نہ لانا اور اس سے کسی قسم کے خیر کی توقع نہ کرنا ناگزیر ہوگا۔

انقلابی گروہ کسی بھی مرحلے میں اقوام متحدہ یا اس جیسی تنظیموں سے نہ کوئی توقع وابستہ کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھے گا۔ اقوام متحدہ پر بین الاقوامی سیاسی قوت ہونے کا دھوکہ وہی لوگ کھا سکتے ہیں جو عقل و فہم سے حد درجہ عاری ہوں اور جن کے قلب و نظر پر بڑی قوتوں کے پروپیگنڈے نے پردہ ڈال رکھا ہو۔ اقوام متحدہ چونکہ اپنی بقا کے لئے بڑی قوتوں کے تعاون اور ان کے مالی تعاون کا محتاج ہے پھر اس کے چارٹر میں نزاعی معاملات میں قوت کا استعمال صرف ذاتی دفاع تک محدود ہے اس لئے ہر ملک کو ہر وقت اس بات کا حق حاصل ہے کہ امن کے لئے بنائے جانے والے ادارے کے مقاصد کو جب چاہے سبوتاژ کر دے۔ آج کی دنیا میں بین الاقوامی سیاست میں قوت کا استعمال ایک تسلیم شدہ کلیئے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اس لئے ہر ملک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے لئے قوت کی مختلف شکلوں کو بروئے کار لائے۔ کسی ملک میں اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے کے لئے بین الاقوامی شیاطین مندرجہ ذیل ترکیبیں اختیار کر سکتے ہیں۔

انقلاب مخالف اور غیر جانبدار قوتوں کو بھاری مالی امداد تاکہ وہ اندرون ملک انقلابی قوتوں کو الجھائے رکھیں۔

انقلاب کی حامی لیکن بعض انقلابی اقدام سے اختلاف رکھنے والی قیادت سے تعاون اور اس قیادت اور حکومت کے مابین صلح و مصالحت کی کوشش۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ بعض معاملات میں اختلاف کرنے والی نسبتاً غیر مؤثر قیادت کو آگے لایا جائے تاکہ اصل انقلابی قیادت انقلاب پر اپنی گرفت کھو دے۔

انقلابی عمل کے فیصلہ کن مراحل میں انقلاب مخالف قوتوں کی حمایت کے عسکری مظاہرے جیسا کہ ۱۹۰۳ء میں امریکی جنگی بحری بیڑوں نے کولمبیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ وہ ہر لمحہ پناما کی خود مختاری کی حفاظت کے لئے تیار ہے۔ اسی طرح ۱۹۱۰ء میں امریکی بحری بیڑے

Marfat.com

کی نقل و حرکت سے نکاراگوا کے سیاسی حالات پر اثر انداز ہونے کی امریکی کوشش، یا لبنان میں حزب اللہ کی طرف امریکہ کا دھمکی آمیز رویہ قوت کے استعمال کے بجائے قوت کے اظہار سے کام چلانے کی اسی قبیل کی کوشش ہے۔

انقلاب مخالف حکومت کو عسکری امداد، بالخصوص جدید اسلحوں کی بڑی مقدار میں سپلائی جیسا کہ امریکہ نے ایران کی رضا شاہی حکومت (۷۰-۱۹۶۱ء) کو بچانے کے لئے کیا۔ لیکن ایران کو امریکی اسلحہ کی سپلائی یا کیوبا کو روسی اسلحوں کی سپلائی ان حکومتوں کے زوال کا سبب بن گئیں کہ دونوں ممالک ان زبردست جنگی اخراجات کے متحمل نہ تھے۔ نتیجتاً ملک کی معیشت اس کا بار سنبھالنے میں ناکام رہی۔

براہ راست فوجی مداخلت جیسا کہ ۱۹۶۵ میں امریکہ نے DOMINICAN REPUBLIC اور ۱۹۸۹ء میں پناما میں یا روس نے ۱۹۶۸ء میں چیکوسلواکیہ اور ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں کیا۔ موجودہ بین الاقوامی قوانین میں کسی ملک کے لیے یہ گنجائش موجود ہے کہ وہ حلیف ملکوں کو مصیبت کے لمحات میں فوجی مدد پہنچائے یا زبردستی ایسی صورت حال پیدا کر دے کہ حلیف ملک اس کو فوجی مداخلت کی دعوت دے جیسا کہ روس نے حفیظ اللہ امین کی حکومت کے ساتھ کیا۔ البتہ براہ راست فوجی مداخلت صرف مخصوص صورتِ حال میں ہی کسی گرتی ہوئی حکومت کو بچا سکتی ہے۔ کسی بڑی سے بڑی قوت کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر ملک میں جب چاہے اپنی فوجیں اتار دے کہ ایسا کرنا انقلابیوں کو اخلاقی قوت فراہم کرتا اور لڑکھڑاتی حکومت کے زوال کو مزید تیز کر دیتا ہے۔ رہی بالواسطہ فوجی مداخلت کی بات تو حقیقت یہ ہے کہ اس کے امکانات بہر طور خاصے محدود ہیں۔

انقلابیوں کے لئے لازم ہوگا کہ موجودہ بین الاقوامی ڈھانچے میں ان مواقع کی تلاش کریں جو انھیں مختلف محاذ پر بیک وقت الجھنے سے بچائے رکھے اور ان کے لئے باطل کی قوتوں کو باطل کے مقابلے میں لے آنا ممکن ہو۔ کسی مستحکم نظام کو الٹ پھینکنے کے لئے ضروری ہوگا کہ اولین مرحلے میں انقلابی قوت خود ان مراکز سے قوت کشید کرے۔ البتہ اس نازک امر میں ہر لمحہ اس بات کا خیال رہے کہ آپ باطل کی قوت کو باطل سے ٹکرانے یا اسے اہلِ حق کے لئے اغوا کرنے کے لئے اٹھے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ معمولی سا تغافل آپ کو باطل کا آلۂ کار بنا کر رکھ دے اور آپ اپنے زعمِ انقلابیت میں باطل کی خدمت میں اس طرح محو ہو جائیں کہ پھر کبھی آپ کو انقلابِ اسلامی کا خیال بھی نہ آئے جیسا کہ بیشتر ہم عصر اسلامی تنظیموں کے ساتھ شاہی کے زیرِ اثر ہو چکا ہے۔

آپ جس نظام کے زیرِ سایہ اپنی دعوتِ انقلاب کا آغاز کر رہے ہیں وہ اب تک کا جاری

Marfat.com

نظام ہے جس کے خود آپ بھی پروردہ رہے ہیں۔ اس کا راتوں رات الٹ پھینکنا نہ تو آپ کے لئے ممکن ہے اور نہ ہی ایسا سوچنا فطری ہے۔ اس نظام کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے آپ کے پاس اچانک مطلوبہ قوت فراہم نہیں ہوسکتی اس لئے انقلابی بصیرت کا اوّلین تقاضا یہ ہوگا کہ آپ موجودہ نظام میں پوشیدہ بڑے بڑے تضادات سے فائدہ اٹھائیں اور جب تک آپ کی علیحدہ فیصلہ کن قوت وجود میں نہیں آتی باطل کے ماخذِ قوت کو اپنے حق میں استعمال کرنے کی کوشش کریں۔ مدینہ میں مسلمانوں کی علیحدہ قوت کے وجود میں آنے سے قبل رسول اکرمؐ نے عرب کے قدیم جاہلی نظامِ حکومت میں اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے موجود امکانات سے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ پورے دس سال ابوطالب کی سرپرستی میں انقلابی مشن جاری رہا، ابوطالب کی موت کے بعد آپؐ نے مسلسل تین برس تک مختلف کافر قبائل سے رابطہ کیا تاکہ کوئی انھیں اپنی سرپرستی میں لے لے اور وہ انقلابی مشن کو جاری رکھ سکیں۔ یہاں تک کہ طائف سے واپسی پر جب مکہ میں آپؐ کو پناہ دینے والا کوئی نہ رہا تو آپ ایک کافر مطعم بن عدی کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے۔ جاہلی نظامِ حکومت کی وہ تمام روایتیں اور اقدار جو انقلابی تحریک کے لئے کسی بھی صورت میں معاون ہوسکتی تھیں آپ صلعم نے اس سے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ لہٰذا موجودہ دور کے انقلابیوں کو ملکی نظامِ باطل یا بین الاقوامی نظامِ کفر میں انقلابی مشن کے لئے کوئی گنجائش نظر آئے تو اسے بلا تکلف قبول کر لینا چاہیے۔ ہر زمانے میں نظامِ باطل میں ایسے تضادات موجود ہوتے ہیں جس سے اس زمانے کے انقلابی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر موجودہ دنیا میں اسلامی انقلاب کی تحریک بین الاقوامی نظامِ کفر سے درج ذیل امور میں بآسانی مدد حاصل کر سکتی ہے:

(ا) گوکہ اندرونِ ملک انقلاب برپا کرنے کے لئے بیرونی امداد لازماً ضروری نہیں ہے اگر کسی مرحلے میں انقلابیوں کو بیرونی مدد کی ضرورت ہو تو وہ بیک وقت مختلف بین الاقوامی بلاک سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کا ملک خصوصی جغرافیائی اہمیت کا حامل ہے اور اب تک کسی مخصوص بلاک سے متعلق رہا ہے تو مخالف بلاک آپ کو بآسانی مدد پہونچانا چاہے گا۔ دوسری طرف متحارب بلاک بھی دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے گا اس طرح بغیر کسی شرط اور معاہدے کے فیصلہ کن انقلابی مراحل میں آپ بآسانی بیرونی امداد حاصل کر سکیں گے۔ جنگ عظیم دوم کے بعد ایسے ممالک کی قابلِ ذکر تعداد بتائی جاسکتی ہے جو اپنے انقلابی لمحات میں باہم متحارب بلاک سے بیک وقت امداد وصول کرتے رہے ہیں۔ یہی باطل کا وہ بنیادی تضاد ہے جس سے آج کے انقلابیوں کو فائدہ اٹھانا ہوگا۔

(ب) آپ جس ملک میں انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں اس کے پڑوس کے حریف ممالک میں آپ

Marfat.com

کے لئے گوریلا ٹریننگ اور جنگی مشقوں کی سہولت ہمہ وقت موجود ہوگی۔ ضروری نہیں کہ پڑوس کی مدد صرف ان ممالک سے ملے جو کسی حد تک آپ کے نظریاتی حلیف ہیں کہ سیاست کی دنیا میں امداد کے لئے نظریے کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔ صدی کی ساتویں دہائی میں افغان گوریلوں کی پاکستان میں تربیت اور آٹھویں دہائی میں شامی اخوانیوں کی عراق میں تربیت اس کلیے کی بہترین مثالیں ہیں۔ نہ تو ذوالفقار علی بھٹو کو افغانستان کی اسلامی تحریک میں کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی صدام حسین کو شامی انقلابیوں سے کوئی ہمدردی تھی کہ دونوں اپنے اپنے ممالک میں اسلامی تنظیموں کی جان کو آئے ہوئے تھے لیکن علاقائی سیاست کے پیشِ نظر ان دونوں نے انقلابیوں کی سرپرستی قبول کرلی۔

(ج) ہر ملک میں بڑی طاقتوں یا پڑوسی ممالک کا وجود عام طور پر تین قسم کے لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اوّلاً ایسے لوگ جو مختلف ممالک کی طرف سے اس ملک میں خبر نگاری یا خفیہ جاسوسی کے لئے متعین ہوتے ہیں اور جو اپنے اپنے ملکوں کو برابر حالات سے باخبر رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی خبروں پر عالمی رائے عامہ بنتی ہے اور ان ممالک کا رویہ متعین ہوتا ہے۔ انقلابیوں کے لئے ان کی ہمدردیوں کا حصول مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ ثانیاً ایسے لوگ جو باقاعدہ سفارت کے لئے متعین تو نہیں ہوتے البتہ مخصوص حالات میں سفارت کا کام انجام دیتے ہیں۔ یہ لوگ عام طور سے خاصے حوصلہ مند Ambitious ہوتے ہیں جو حکومت مخالف گروپ کی مدد کے بعد اسے بہر طور کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے کی بہترین مثال برطانوی گوریلا لارنس آف عریبیہ ہے جس کی ذاتی حوصلہ مندی اور جانبدار سفارت نے عربوں کو برطانوی مدد بہم پہونچانے میں خاصا اہم رول ادا کیا۔ ثالثاً ان افراد پر مشتمل حلقہ جو کسی ملک میں حکومت مخالف فضا بنانے اور حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ حکومت مخالف ہر انقلابی گروہ کے لئے اُن کی مدد کی دروازے کھلے ہوتے ہیں۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسلحوں میں جدید ترقی بالخصوص خود کار نیو کلیائی اسلحوں کی ایجاد نے گویا موجودہ دور کی حکومتوں کو اتنا طاقتور بنا دیا ہے کہ نہتے انقلابیوں کے لئے اب ان کا مقابلہ ممکن نہیں رہا۔ اس خیال کو بعض جزوی حقائق سے بھی تقویت ملی ہے۔ مثال کے طور پر کسی ملک کے لئے تربیت یافتہ فوجوں کا اتنی بڑی تعداد میں رکھنے کی پہلے کوئی روایت تھی اور نہ ہی بارود کے استعمال میں آنے سے قبل خصوصی طور پر جنگ کے لئے اسلحوں کے کارخانے لگانے کا رواج تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فوج کو ایک منظم اور مستقل قوت کے طور پر برتنے اور اس کے لئے خصوصی اسلحوں کی پیداوار نے مستحکم باطل کی قوت میں خاصا اضافہ کر دیا ہے لیکن یہ محض ادھوری حقیقت

Marfat.com

ہے۔ اگر آپ واقعات کی تہ میں دیکھ سکیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ جدید اسلحوں کے میدان میں آجانے سے حکومتوں کو بہت کم اور اس کے مخالف انقلابیوں کو بہت زیادہ فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ اس کی بہت ساری وجوہات میں سے چند بآسانی سمجھی جاسکتی ہیں : اولاً جدید ٹیکنالوجی اسلحوں کی دیکھ بھال ضروری مرمت اور دیگر لوازمات ایک منظم اور انتہائی پیچیدہ نظام کا متقاضی ہے جس کے لئے متعلقہ ملک کو اسلحوں کے سپلائر پر پوری طرح منحصر کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح گویا اصل ماخذِ قوت سپلائر ملک کو منتقل ہوجاتا ہے جس سے گفتگو اور مصالحت کے مواقع حکومت اور انقلابیوں دونوں کے لئے یکساں طور پر موجود ہوتے ہیں۔ ثانیاً جدید ٹیکنالوجی اور الکٹرونک ہتھیار انتہائی قیمتی ہوتے ہیں جس سے متوسط ملک کی معیشت کا متاثر ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ لہذا عام طور پر حکومتیں اس بوجھ کو کم کرنے کے لئے فوجیوں کی تعداد میں کمی یا عام روایتی اسلحوں میں کٹوتی کی پالیسی اپناتی ہیں جو انقلابیوں کے لئے فال نیک ہے۔ پھر اسلحوں کے جدید نظام کی درآمدگی کے بعد متعلقہ ملک کو مسلسل بڑی قوتوں کی چپقلش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں حکومت مخالف قوتوں کے لئے بڑی قوتوں سے امداد کی وصولیابی بہت آسان ہوجاتی ہے۔ ثالثاً انتہائی جدید قسم کے ہتھیاروں سے مسلح الکٹرونک آلات کو کنٹرول کرنے والی فوج اندرونِ ملک برپا ہونے والی بغاوت کا مقابلہ کرنے کی قطعی اہل نہیں ہوتی۔ کسی حکومت کے لئے عملاً یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ باغیوں کے مقابلے میں ٹیکنالوجی ہتھیاروں، ٹینکوں یا بمبار طیاروں کو میدان میں لے آئے۔ ۱۹۸۳ء میں نکاراگوا میں صدر ریگن کا مسلح اقدام اس لئے ناکام ہوگیا کہ ان کے مسلح بحری بیڑوں کو ہر لمحہ گوریلا حملوں کا خوف پریشان کئے رہتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹیکنالوجی اسلحوں کی دستیابی اور اس کے استعمال کی مہارت کسی حکومت کے لئے اندرون ملک کی گوریلا بغاوت یا مقدس دہشت گردی کے مقابلے میں مفید ثابت نہیں ہوسکتی۔ بھاری اسلحوں اور الکٹرونک نظام سے مربوط جنگی طریقۂ کار میں یہ قوت نہیں کہ مستضعفین کا زور توڑ سکے۔ عدن میں برطانیہ کی ناکامی، ویت نام میں امریکہ کی پسپائی اور افغانستان میں روس کی شکست اس خیال کی بہترین تفسیریں ہیں۔

انقلابی جنگ کی اسٹریٹیجی

پچھلی گفتگو میں ہم قدرے تفصیل سے اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ انقلاب اسلامی کی جس عظیم الشان عمارت کی تعمیر کا بیڑا آپ نے اُٹھایا ہے اس کے لئے کس قسم کے ساز و سامان کی ضرورت ہوگی، کس قسم کے افراد اور کس نوعیت کی انقلابی قیادت اس مشن کے لئے درکار ہوگی۔ مختلف

Marfat.com

سطحوں پر انقلاب اسلامی کے لئے شب و روز سرگرم انقلابی کس طرح اپنی جد و جہد میں ہم آہنگی پیدا کریں گے اور موجودہ بین الاقوامی کفر کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے انقلابی ماڈل سے کس طرح استفادہ کیا جائے گا۔ ان اصولی مباحث کے باوجود ایک سوال حل طلب رہ جاتا ہے۔ اگر اسباب و علل کے میزانیے میں بین الاقوامی کفر کو اکھاڑ پھینکنا واقعی ممکن ہے اور اگر موجودہ بین الاقوامی سیاسی ڈھانچے میں اسلامی انقلاب کے برپا کئے جانے کے وافر امکانات موجود ہیں تو آخر کیا وجہ ہے کہ مسلم دنیا بے شمار انقلابیوں کی موجودگی کے باوجود کسی انقلاب سے خالی ہے؟ اس سوال میں دراصل ایک مفروضہ پوشیدہ ہے جس کی بنیاد ایک دوسرے مفروضے پر قائم ہے۔ آپ جن اشخاص یا گروہوں پر 'انقلابی' کا اطلاق کر رہے ہیں کیا وہ واقعی ان انقلابی معیاروں پر پورے اترتے ہیں جو انقلاب اسلامی کی عظیم الشان مہم کو مطلوب ہیں؟ ذاتی محبت، گروہی عصبیت اور جماعتی وفاداری سے بلند ہو کر ان تمام انقلابی تحریکوں کا جائزہ لیں تو آپ اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ موجودہ دنیا اگر کسی قابلِ ذکر انقلابی گروہ سے خالی ہے اور جیسا کہ واقعتاً ہے تو پھر آپ کیسے توقع کر رہے ہیں کہ آنے والے دنوں میں کوئی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ ایک انقلابی کلیے کی حیثیت سے انقلابی ماڈل کی کامیابی اور ناکامی کا سوال اٹھایا جانا ابھی قبل از وقت ہوگا کہ ابھی رسول اکرمؐ کے انقلابی ماڈل کو موجودہ عالمی کفر کے خلاف مومنانہ بصیرت اور احتیاط کے ساتھ برتا جانا باقی ہے۔

گو کہ معاصر دنیا اسلامی انقلاب کی صداؤں سے گونج رہی ہے، نظام اسلامی کے قیام کی مشعلیں بے شمار دلوں میں جل اٹھی ہیں، مخلصین کی ایک قابلِ ذکر تعداد قربانیوں کی لائق رشک مثالیں پیش کر رہی ہے۔ لیکن ان عظیم الشان قربانیوں اور فلک شگاف نعروں کے درمیان کوئی چیز ہے جو کھو گئی ہے۔ معاملہ اگر بریف کیس داعیوں اور پٹرو اسلام Petro-Islam کے مبلغوں کا ہو تو ان کی ناکامی بلکہ محرومی کی وجہ بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ ٹائیوں میں بندھا اسلام گلے کی پھانس تو ہو سکتا ہے اس میں یہ قوت نہیں کہ کفر کے ادنیٰ مظاہر کا بھی مقابلہ کر سکے۔ لیکن جب مخلص انقلابیوں کی قربانیاں کوئی رنگ نہ لا سکیں ان کی شب و روز جد و جہد سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو تو فطری طور پر اس انقلابی اسٹریٹجی کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ احترام بزرگی میں ان شکوک و شبہات کو یک سر جھٹک دینے یا سرسری طور پر اس سے دامن بچانے کے بجائے اسے معروضی تجزیے کا موضوع بنایا جائے۔

عصر حاضر میں بے شمار انقلابی شخصیات اور انقلابی جماعتوں کی موجودگی کے باوجود دنیا اب تک اسلامی انقلاب سے خالی کیوں ہے؟ میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ مسلم انقلابیوں

Marfat.com

کی وہ انقلابی اسٹریٹجی رہی ہے جو مختلف اعتبار سے رسولِ اکرم کے انقلابی ماڈل سے میل نہیں کھاتی۔ عملی مراحل کی خامیوں اور مرحلۂ انطباق کی لغزشوں کے علاوہ معاصر متقدمین کے ہاں رسول اکرم کے انقلابی ماڈل کا بھرپور شعور مفقود ہے۔ گویا معاملہ انقلابی جنگ کی بنیادی بصیرت سے متعلق ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے میں معاصر تاریخ سے دو معروف انقلابیوں سید ابوالاعلیٰ مودودی اور عبدالسلام فرج کا نام لوں گا۔ اس میں شبہ نہیں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی زندگی کے شب و روز غلبۂ اسلام کے لئے عملی جدوجہد کے لئے وقف کر رکھا تھا اور وہ اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ یہی حال مصری انقلابی عبدالسلام فرج کا تھا جو عین عالم شباب میں شہادت کے شوق میں تڑپتے تھے غلبۂ اسلام کی آرزو انھیں متحرک کئے رکھتی تھی۔ لیکن اس زبردست آمادگی کے باوجود ابوالاعلیٰ مودودی کی قبل از پاکستان کی تحریکِ حکومتِ الٰہیہ (جو ان کی زندگی کا انقلابی دور ہے) اور عبدالسلام فرج کی "تکفیر و الہجرۃ" بالکل ابتدائی مراحل میں معصوم آئیڈیالزم کا شکار ہو گئی۔ دونوں حضرات نے موجودہ نظامِ کفر سے کسی بھی قسم کا تعلق عین معصیت قرار دیا اول الذکر کو نظامِ کفر کے کسی ادارے میں ملازمت یا کسی منصب کا حصول گوارا نہ تھا، انھوں نے موجودہ مغربی تعلیم گاہوں کو قتل گاہ قرار دے کر مسلمانوں کو ان قتل گاہوں میں دانستاً قتل ہونے سے باز رکھنے کی کوشش کی یہ اور بات ہے کہ خود مولانا مودودی کو سب سے زیادہ موثر قوت ان ہی قتل گاہوں سے ملی۔ ثانی الذکر اس عمل میں اتنے آگے بڑھے کہ انھوں نے جاہلی معاشرے سے ہجرت کی اور مخلص مومن انقلابیوں پر مشتمل ایک علیحدہ اسلامی سوسائٹی کے قیام کی کوشش کی۔ اس معصوم اور انتہا پسند آئیڈیالزم سے ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ انقلابیوں کی محدود اور مختصر قوت بالکل ابتدائی مراحل میں معاشرے کے ہمہ گیر ڈھانچے سے کٹ کر رہ گئی۔ اس معصوم آئیڈیالزم کو عملی طور پر برتا جانا ممکن بھی نہ تھا کہ جب تک آپ باطل کے نظام کو پوری طرح اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب نہیں ہوتے اس کی آلودگی سے بچا رہنا ممکن نہیں خواہ آپ اپنے تئیں اس کے مقاطعے کا کتنا ہی جتن کیوں نہ کر لیں۔

جیسا کہ قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے رسول اکرم کا انقلابی ماڈل ہمیں نظامِ کفر کا یکسر مقاطعہ کرنے کے بجائے اس میں گنجائشوں سے فائدہ اٹھانے کی راہ بتاتا ہے۔ چنانچہ انقلابی جنگ کے پہلے اصول کے مطابق انقلابیوں کے لئے لازم ہوگا کہ وہ باطل کی دیواروں میں ان شگاف کو تلاش کریں جہاں قدم جما کر وہ اس کی عمارت کے بلند ترین حصے میں داخل ہو سکیں جہاں سے ان کا نعرۂ لا الٰہ بلند کرنا فیصلہ کن ثابت ہو۔ رسول اللہ کا ابوطالب کی سرپرستی میں انقلابی مشن کو جاری رکھنا، قبائلی نظام میں اپنی پناہ کے امکانات ڈھونڈھنا اور بعض اوقات کافروں کی پناہ میں امان لینا اسی کلیے کی مختلف

Marfat.com

عملی شکلیں ہیں۔

البتہ نظامِ کفر میں اپنے انقلابی مشن کے لئے امکانات ڈھونڈھنے یا مخصوص مراعات سے فائدہ اٹھانے میں ہر لمحہ اس احتیاط کی ضرورت ہوگی کہ کہیں مراعات سے فائدہ اٹھانے کی یہ خواہش آپ کو اپنے مشن سے دست بردار نہ کردے اور کہیں اس کی وجہ سے آپ کے بنیادی رویے میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوجائے۔ ورنہ عملاً ہوگا یہ کہ آپ بھی انقلابی مشن کے زعم میں مبتلا پٹرو اسلام Petro-Islam کے مبلغین کی صف میں جا پہنچیں گے جن کا المیہ یہ ہے کہ نظام شاہی سے انقلابی مشن کی نصرت کے امکانات اور اس کی تلاش نے انھیں بدقسمتی سے شاہی کے آلہ کار میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس احتیاط کی بہترین مثال خود رسول اکرم کی وہ گفتگو ہے جو آپ نے اپنے سرپرست ابوطالب سے کی۔ جب قریش کے لوگ ابوطالب کے پاس رسول اللہ کی شکایت لے کر آئے اور انھیں انقلابی مشن سے باز رکھنے کی کوشش کی تو چند لمحے کے لئے رسول اللہ کو ایسا لگا جیسے ابوطالب اپنی حمایت سے ہاتھ کھینچنے والے ہوں۔ یہ لمحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی شاق گزرا، زمین قدموں سے سرکتی محسوس ہوئی لیکن ان مشکل ترین لمحات میں بھی آپ نے اپنے انقلابی مشن کے سلسلے میں کسی نرمی یا مصلحت کا رویہ اختیار نہ کیا: "آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا خدا کی قسم میں اس پر قادر نہیں کہ مجھے جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے اس سے باز آجاؤں ٹھیک اسی طرح جس طرح تم میں سے کوئی شخص اس پر قادر نہیں کہ اس سورج سے آگ کا ایک شعلہ روشن کرلے.... یہ کہہ کر آپ رو پڑے۔"[۵۵]

رسول اکرم کے انقلابی ماڈل میں نظامِ کفر کے انکار کے ساتھ ہی اس میں موجود مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا سراغ ملتا ہے جب کہ موجودہ دور کے انقلابیوں نے اس نظام کا مکمل مقاطعہ یا اس سے ہجرت کرکے معصوم آئیڈیلزم (naive idealism) کا ثبوت فراہم کیا[۱۱] سرہے کہ انقلابی ماڈل کی صحیح تفہیم کے بغیر نہ تو کوئی کامیاب انقلابی اسٹریٹیجی تشکیل دی جاسکتی ہے اور نہ ہی واقعی انقلابی بصیرت کی عدم موجودگی میں کوئی انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔

انقلابی جنگ کی اسٹریٹیجی کی ترتیب میں اس امر کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ آپ جس ملک میں انقلابی مشن کا آغاز کرنا چاہتے ہیں وہاں انقلابی تشدد کا کوئی ماحول ہے یا نہیں۔ قبل از انقلاب کلچر کی صحیح تفہیم کے بغیر انقلابی اسٹریٹیجی کی تشکیل ممکن نہیں۔ رسول اکرمؐ نے جب مکہ میں انقلابی دعوت کا آغاز کیا تھا اس وقت پورے عرب میں بات بات پر تلواروں کا نکل آنا، باہمی جھگڑوں میں ایک دوسرے کا قتل، قبائل کی روزمرہ کی جھڑپ اور انتقامی کارروائیوں میں بلا تکلف ایک دوسرے کی گردن مار دینا عرب کے تشدد آمیز کلچر کی نمایاں شناخت تھی۔ چنانچہ تشدد پر ہمہ وقت آمادہ لوگوں نے جب اپنی وفاداریوں کا رخ انقلابی مشن کی طرف موڑ دیا تو ان کی شجاعت اور جنگی مشقیں اسلام

Marfat.com

کے لئے وقف ہوگئیں۔ کل تک معمولی باتوں پر خون بہانے والی تلواریں اب انقلابی مشن کی حمایت میں اٹھنے لگیں۔ موت و زندگی جب ان کے لئے ایام جاہلیت میں یکساں تھی اور وہ اپنے ذاتی وقار اور خاندانی تفاخر پر بلا تکلف اپنی گردنیں پیش کر سکتے تھے تو بھلا ایک الٰہی انقلابی مشن کی حمایت میں ان کی تلواریں کیونکر خاموش رہتیں۔ لیکن آج کی عرب سوسائٹی میں پہلے ہی مرحلے میں اگر آپ حق کی حمایت میں اس درجے کی قربانیوں کی توقع کرنے لگے تو آپ کو سخت مایوسی ہوگی۔ کہ موجودہ عرب معاشرہ گردن تک مادے میں ڈوبا ہوا ہے، آرام و آسائش کی برآمد کردہ سہولتوں، دولت کی ریل پیل، ٹھہری ٹھہری سوئی سوئی بلکہ مردہ زندگی میں کسی واردات اور واقعات کا وجود مفقود ہے۔ ان بے چاروں کی صبح مادے کی دوڑ دھوپ سے شروع ہوتی، دوپہر آرام اور سہولت پسندی میں گذرتی، شام الف لیلائی بازاروں میں سیر و تفریح کرتے میوزک اور بے ہنگم آوازوں میں کھو جاتی ہے۔ طلسم ہوش ربا میں مست حال لوگوں کو اگر کبھی کفر کی عالمی سازش کا احساس بھی ہوتا ہے تو مادے کی دلدل میں پھنسی ہوئی ان کی روحیں کسی انقلابی تشدد سے روک دیتی ہیں۔ اس قسم کے قبرستان میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے ایک صبر آزما اسٹریٹجی درکار ہوگی۔

آسودہ حال مردہ معاشرے کو انقلابی تشدد پر آمادہ کرنے کی بہترین مثال ہمارے دور میں فلسطین کا حالیہ انتفاضہ ہے۔ گذشتہ چالیس برسوں میں فلسطین کی تحریک آزادی رفتہ رفتہ سرد مہری کا شکار ہوتی جارہی تھی اور فلسطینیوں کو مختلف بین الاقوامی مراعات کے حصول کے بعد ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان میں قبلۂ اوّل کے لئے قربانیوں کے مظاہر دم توڑ دیں گے۔ شیخ احمد یٰسین کی انقلابی بصیرت نے عوامی مزاج کے پیش نظر نسبتاً عدم تشدد کی جس تحریک کا آغاز کنکریوں سے کیا تھا وہ آنے والے برسوں میں انقلابی تشدد میں تبدیل ہو جانے کے بھرپور امکانات کی حامل تھی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ غیر متشدد عوامی اظہار غضب سے شروع ہونے والی تحریک بہت جلد پوری قوم کو سڑکوں پر لے آئی۔ اس قبیل کی دوسری مثال ہندوستان میں ایم۔ کے گاندھی کا فلسفۂ عدم تشدد ہے۔ گاندھی کو جس قوم سے واسطہ تھا وہ کوئی ہزار برس مسلمانوں کی محکوم رہ چکی تھی، مادے کی پرستش اور ٹھنڈے ٹھنڈے زندگی جینے کی خواہش اس کا بنیادی وصف تھا وہ مقامی یا اجنبی قوتوں کی محکومی قبول کرنے کے لئے تو بآسانی آمادہ ہوجاتی تھی البتہ اُسے یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بھی صورت میں اس کے مال و دولت یا جسم و جان کو کوئی خطرہ پیش آئے۔ ایک ایسی قوم کو گردن کٹانے کے نعروں کے ساتھ میدان میں لانا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ گاندھی نے اپنی تحریک کو عدم تشدد کے غلاف میں پیش کرنا مناسب سمجھا۔ تحریک عدم تشدد میں دنیا جینے کی زبردست خواہش رکھنے والے عوام کے لئے شرکت مشکل نہ رہی۔ اور ایک بار جب ملک میں انقلابی لہر کا آغاز ہو گیا تو رفتہ رفتہ عوامی قافلے کو

Marfat.com

انقلابی تشدد کی راہ پر لے آنا کچھ مشکل نہ رہا پھر ان ہی بزدلوں میں کچھ ایسے لوگ بھی نکل آئے جو انقلابی نعروں کے زیر اثر اپنی گردنیں پیش کرنے لگے۔

انقلابیوں کے لئے یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ وہ کس حد تک متقدمین کے تجربوں سے استفادے کی بصیرت رکھتے ہیں۔ متقدمین کی لغزشوں سے دامن بچاتے ہوئے اور اسے قائد حقیقی کے انقلابی ماڈل کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے انقلابی جنگ کی اسٹریٹجی کامیابی کے ساتھ اپنا ہدف حاصل کرسکتی ہے۔ کسی مخصوص ملک کا وہ ماحول جس میں آپ کام کرنے اٹھے ہیں بالکل ہی نئی اسٹریٹجی کا طالب ہوتا ہے کہ اس جیسی صورت حال کا واقعی عکس کسی دوسری سوسائٹی میں نہیں مل سکتا اور نہ ہی کسی دوسرے ماحول کے لئے ترتیب دی جانے والی اسٹریٹجی اس ماحول میں کارگر ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ہر ملک کو ہر دور میں ایک مخصوص اسٹریٹجی کی ضرورت ہوگی جو صرف اور صرف اسی صورت کے لئے موثر ثابت ہوسکتی ہے۔ البتہ بعض ایسے موٹے موٹے اصول ترتیب دئے جاسکتے ہیں جو کسی مخصوص ملک میں انقلابی اسٹریٹجی کی تشکیل میں معاون ثابت ہوں۔

جدید دنیا کو سیاسی کلچر کی بنیاد پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) اسلام سے غیر متعارف دنیا (۲) مسلم اقلیت کے ممالک اور (۳) مسلم اکثریت کے علاقے۔ مسلم اکثریت کے ممالک کو مزید تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (ا) وہ ممالک جہاں سیاسی کلچر اب بھی اسلامی ہے جیسے سوڈان۔ (ب) وہ ممالک جہاں سیاسی کلچر انتہائی سرعت سے مغربی سیکولرازم میں کھوتا جارہا ہے جیسے سعودی عرب اور ان کے حلیف GCC کے ممبر ممالک (ج) وہ ممالک جہاں اسلامی سیاسی کلچر کو مغربی سیکولر سیاسی کلچر کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی ہے۔ جیسے مصر، شام، الجزائر، عراق، مراقش، اردن اور لیبیا وغیرہ۔ دنیا کے یہ حصے جنھیں ہم نے سیاسی کلچر کی بنیاد پر مختلف خانوں میں تقسیم کیا ہے صورت حال کے فرق کی وجہ سے ایک دوسرے سے مختلف اسٹریٹجی کے طالب ہوں گے اور ہر خطے میں انقلابی تحریک پر انقلابی ماڈل کا کوئی خاص پہلو نمایاں نظر آئے گا۔ ان نمایاں اوصاف کو ترتیب وار یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

اسلام سے غیر متعارف دنیا :	فکر آخرت کی دعوت۔ اسلام کو مسلم قومی ثقافتی سرمائے کے بجائے آفاقی نظام کی حیثیت سے پیش کرنا۔ مغرب کے علوم اور ٹکنالوجی سے بھرپور استفادہ کرنا لیکن اسے نظام اسلامی میں فٹ کرنے یا اس کی خارجی پالش کے بعد اس کی بنیاد پر کسی مستقبل کے اسلامی تمدن کے احیاء کا خواب نہ دیکھنا۔
مسلم اقلیت کے ممالک :	غیر مسلم اکثریت کو فکر آخرت کی دعوت ــــ احیائے امت

Marfat.com

کی کوشش۔ مخصوص حالات میں مقدس دہشت گردی کا استعمال۔ نظامِ کفر سے انقلابی مشن کے لئے امکانی سہولت کا حصول۔ روحِ جہاد کی آبیاری۔

مسلم اکثریت کے علاقے :

(ا) جہاں سیاسی کلچر اب بھی اسلامی ہے :
احیائے امت۔ روحِ جہاد کی آبیاری۔ فوجی بغاوت۔

(ب) جہاں اسلامی سیاسی کلچر مغربی سیکولرزم میں کھوتا جارہا ہے :
عوامی تحریک کی آبیاری۔ فوجی بغاوت کی بصیرت افروز کوشش۔ دشمن کے کیمپ میں نفاق۔ فوج کو غیر جانبدار کرنا، شاہی خاندان میں انقلابی قیادت کی دریافت علماء و مشائخ کی ہمدردیاں

(ج) جہاں اسلامی سیاسی کلچر کو مغربی سیکولر کلچر کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی ہے :
عوامی بیداری کی تحریک۔ مقدس دہشت گردی۔ گوریلا جنگ۔ دشمن کے کیمپ میں نفاق۔ مآخذ اقتدار میں کنفیوژن۔

دعوتِ انقلاب

انڈے سے آملیٹ بنانے کی ترکیب

آپ اسلامی انقلاب کی شدید خواہش رکھتے ہیں، آپ کا دل اس مقدس آرزو کے لئے مچلا جاتا ہے، آپ کسی قدر اس انقلاب کے طریقۂ کار سے بھی واقف ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کے مطالعے کے بعد آپ کو انقلابی ماڈل کی بڑی حد تک بصیرت بھی حاصل ہوگئی ہو لیکن انقلاب محض آرزوؤں اور تمناؤں سے حاصل نہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے جہدِ مسلسل درکار ہے، ایک ایسی فریفتگی درکار ہے جس پر دیوانگی کا گمان ہو، ایسا شوق درکار ہے جو انقلابی جدوجہد کو آپ کی شب و روز کا محور و مرکز بنادے۔ پوشیدہ سکونی صلاحیتوں کو انقلابی قوتوں میں تبدیل کردینا اس راہ کی پہلی منزل ہے۔ آپ جس انقلاب کے آرزومند ہیں وہ عام تبدیلیوں سے مختلف ہے،

Marfat.com

وہ پوری انسانی تاریخ کو ایک نیا رُخ دینے اور تاریخ کے بہتے دھارے کو یکسر موڑ دینے کے مترادف ہے۔ بھلا اتنی ہمہ گیر تبدیلی محض آرزوؤں اور مقدس خواہشات کے ذریعہ کیسے آسکتی ہے؟ یوں سمجھئے کہ آپ انڈے سے آملیٹ بنانے کے آرزومند ہیں۔ محض انڈے کی موجودگی یعنی انقلابی بصیرت اور خواہش کی موجودگی آملیٹ بننے یعنی انقلاب برپا کرنے کی ضامن نہیں ہوسکتی جب تک کہ آملیٹ کے لئے دیگر لوازم نہ فراہم کئے جائیں۔ پھر انڈے سے آملیٹ بنانا کسی قدر تشدد کا طالب ہے کہ جب تک آپ انڈے کے موجودہ نظام پر ضرب نہیں لگاتے اسے توڑنے میں کامیاب نہیں ہوتے اس وقت تک آپ کچھ اور تو بنا سکتے ہیں آملیٹ کا بنانا ممکن نہیں۔ انڈے سے آملیٹ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ خواہشوں اور آرزوؤں کے خول سے نکل کر اپنی عملی قوت انقلابی تحریک کو پیش کردیں۔

معاصر انقلابی شخصیت کی شناخت ایک نازک مرحلہ ہے جیسا کہ ہم اس سے قبل بتا چکے ہیں ہمارے ہاں متقدمین کی انقلابی تحریکوں کا بالعموم کچھ اس انداز سے تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ عام گوشت پوست کے انسانوں سے بالکل مختلف کشف وکرامات کی شخصیت معلوم ہوتے ہیں۔ بھاری بھرکم القاب و آداب کے نیچے ان کی انقلابی شخصیت کھوسی گئی ہے۔ اس رویے سے ایک نقصان یہ ہوا کہ مخلص مسلمانوں کی نگاہیں معاصر انقلابی قیادت میں بھی "رحمۃ اللہ علیہ" کی شان ڈھونڈھتی ہیں جس کی عدم موجودگی انھیں اس مشن میں پوری طرح تعاون سے روکے رکھتی ہے۔ البتہ انقلابی قیادت کی موت کے بعد جب تاریخ کی گرد اس معاصر شخصیت پر پردہ ڈال دیتی ہے تو پھر یہ انقلابی شخصیت بھی محترم ومقدس بنادی جاتی ہے۔ یہی وہ رویہ ہے جو سید احمد شہید، مہدی سوڈانی، عثمان دان فودیو، حسن البنّا اور ابوالاعلیٰ مودودی پر جان نچھاور کرنے والے اور ان کی تحریکوں سے والہانہ وابستگی رکھنے والوں کو معاصر انقلابی مہم میں شرکت سے روکتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو جماعتی گروہ بندیوں سے آزاد ہیں تو انقلابی مشن سے واقف کار لوگوں کے مقابلے میں انھیں زیادہ حق پہونچتا ہے کہ وہ معاصر انقلابی تحریک میں شرکت کے سلسلے میں تعطل کا رویہ اختیار کریں۔

ماضی کی جن انقلابی شخصیات کا آج آپ انتہائی احترام وعقیدت سے نام لیتے ہیں اور جن کی بعض افہام وتفہیم کی غلطیوں کی نشاندہی پر آپ کی جبین شکن آلود ہوجاتی ہے وہ لوگ اپنے عہد میں اس تقدس کے حامل یقیناً نہ تھے، کہ وہ معاصر معاشرے کے ایک فرد تھے بازاروں میں چلنے پھرنے والے ایک عام آدمی تھے جنھیں خود مسلمانوں کے ہاتھوں مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، ابتداء میں ان کی انقلابی شخصیت کو دریافت کرنے والی نگاہیں بہت کم تھیں البتہ آج جب وہ اپنی اہمیت تاریخ کے اوراق میں محفوظ کراچکی ہیں ان کی انقلابیت کا نغمہ گانے والوں کی زبانوں کی کمی نہیں۔ حتیٰ کہ رسول اکرم نے جب اپنی

Marfat.com

انقلابی دعوت کا آغاز کیا اس وقت آپ قریش کے لئے صرف ایک معزز فرد تھے گو کہ اہلِ مکہ آپ کی بعض خوبیوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کے لیے یہ مشکل ہو گیا کہ اپنے جیسے چلتے پھرتے آدمی کو خدا کا آخری رسول تسلیم کرلیں۔ البتہ جب رفتہ رفتہ دعوتِ حق اپنا اثر دکھاتی گئی تو لوگوں کے لئے محمدؐ کی شخصیت میں ایک رسول کی شناخت آسان ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو مکہ پر رسولؐ کے غلبہ کو ان کی صداقت کا پیمانہ سمجھ بیٹھے تھے وہ فتح مکہ کے بعد پورے اطمینان قلب کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گئے۔ لیکن ذرا غور کیجئے رسالت جیسی ممتاز و منفرد شے کو محمد جیسی صادق و امین شخصیت میں ابتداً کتنے لوگ دریافت کر پائے؟ یہی وہ لوگ تھے جو پیغمبر اسلام کے دست و بازو بنے اور جن کی والہانہ سپردگی سے اسلام کی تحریک غلبے کے مرحلے میں داخل ہو سکی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقون الاولون کو امتیازی مراتب سے نوازا ہے: "تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے ۹۵ انقلابی تحریک کے لئے واقعی تعاون وہ ہے جو اسے بالکل ابتدائی مراحل میں اس وقت پیش کیا جائے جب کہ دور دور تک فتح و کامرانی کے آثار دکھائی نہ دیتے ہوں اور جب اس مد میں اپنا سرمایہ لٹانا یا اس شخصیت کے ابرو و اشارے پر حرکت میں آجانا دیوانگی قرار پائے، دنیا اسے پرلے درجے کی حماقت قرار دے۔ صحابۂ کرام نے جب رسول اکرمؐ کے قدموں میں سب کچھ لا کر ڈال دیا تھا، اپنے کاروبار کو تباہ کر کے اس قافلے میں شامل ہو گئے تھے اس وقت دور دور تک محمدؐ کے غلبہ کا امکان نہ تھا، بلکہ رفتہ رفتہ صورتِ حال اتنی خراب ہوتی گئی کہ محمدؐ سمیت ان کے اصحاب کو جان کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ ایسی خطرناک صورتِ حال میں اپنا سب کچھ اس مہم کو پیش کر دینا یقیناً دیوانگی سے کمتر درجے کا عمل نہ تھا۔ عصرِ حاضر کی انقلابی مہم کو آج پھر اسی دیوانگی کی ضرورت ہے۔

عام ذہنوں میں انقلابی شخصیت کے لئے تقدس کا جو عنصر پایا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری انقلابی شخصیتوں کو رحمۃ اللہ علیہ کی شان پیدا کرنے میں عمر گذر جاتی ہے۔ جب واقعی رحمۃ اللہ علیہ کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور لوگوں کا ایک حلقہ ان کے گرد جمع ہونے لگتا ہے اس وقت اولاً ان کے قویٰ کسی انقلابی عمل کے لئے موضوع نہیں رہتے ثانیاً اگر انھوں نے کسی انقلابی دعوت کا آغاز کر بھی دیا تو اس دعوت کے مؤثر ہونے سے قبل ہی بے چارہ قائد واقعتاً رحمۃ اللہ علیہ ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس انقلابی قیادت کو اگر بالکل ابتدائی مرحلے میں تعاون ملا ہوتا تو یقیناً صورتِ حال مختلف ہوتی۔ اگر انقلابی قیادت میں غلبۂ اسلام کی شدید تڑپ اور انقلابی ماڈل کی صحیح تفہیم موجود ہے تو مخلص مسلمانوں کی والہانہ سپردگی انقلابی تحریک کی کامیابی کی ضمانت بن سکتی ہے۔ رہا انقلابی شخصیت کے عملی مظاہر کا مسئلہ تو اس کا اظہار جدوجہد کے عملی میدان ہی میں ہوگا اور وہی اس کی انقلابی شخصیت کی

Marfat.com

مکمل نشو و نما کا حقیقی میدان ہے۔

انقلابی آرکی ٹائپ کے مطابق انقلابی قیادت لٹی پٹی خستہ حال شخصیت ہوتی ہے۔ یہ باہر سے خالی اندر سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس کے گرد جمع ہونے والے لوگ اعلیٰ روحانی اقدار کے حامل ہوتے ہیں جن کے لئے مادے کی دُنیا و قعت کھو چکی ہوتی ہے۔ ان کا گوہر مقصود اپنا سب کچھ لٹا دینا ہوتا ہے۔ اس مشن کے لئے کچھ کھونا در اصل پانے کا احساس دلاتا ہے۔ قائد سے تعلق جس قدر بڑھتا ہے ان کی قربانیوں کے مظاہر بڑھتے جاتے ہیں۔ حب دنیا اور حب جاہ کے دیوانے اگر وسائل کی وصولیابی کے لئے کسی شخصیت کے گرد جمع ہو گئے ہوں تو اس پر انقلابی قیادت کا گمان نہیں ہونا چاہیے۔

اسلامی انقلاب کے آرزومندوں پر لازم ہوتا ہے کہ لٹی ہوئی وسائل سے تہی دست قیادت کو بالکل ابتدائی مرحلے میں اپنا سب کچھ پیش کر دیں۔ ایک ایسی صورت حال میں جب بظاہر اس انقلابی قیادت سے کچھ ہوتا ہوا محسوس نہ ہو، وہ عصری تاریخ کا ایک چلتا پھرتا کردار ہو، اور اس کی مہم میں اپنے جسمانی اور مادّی وسائل لگانے میں ڈوب جانے یا ضائع ہو جانے کا بھرپور اندیشہ ہو، آپ کا تعاون واقعتاً فی سبیل اللہ ہو گا۔ کہ آپ بالکل ابتدائی مرحلے میں جس مہم میں اپنا سرمایہ لگا رہے ہیں اس کے پس پشت صرف اور صرف آپ کا جذبۂ جہاد فی سبیل اللہ ہے کہ آپ کسی شخصیت کے زیر سحر نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کے لئے انقلابی مشن میں اپنا سرمایہ لگا رہے ہیں۔ جب کہ بعد کے مراحل میں شخصیت کا عقیدت و اعتبار بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ رسول اکرمؐ کی انقلابی تحریک کی طرح آج بھی اسلامی انقلابی تحریک ان لوگوں کے تعاون سے آگے بڑھے گی جو کسی شخصیت، جماعت یا تسلیم شدہ ہستی کے زیر اثر جمع ہونے کے بجائے صرف اور صرف غلبۂ اسلام کے انقلابی منشور پر جمع ہوں، جو اس راہ میں انتہائی شرح صدر کے ساتھ خلوص دل سے صرف اور صرف اللہ کے لئے سب کچھ لٹانے پر آمادہ ہوں اور جو نازک ترین لمحات میں بھی حضرت سعد بن معاذؓ کی طرح قائد انقلابؐ سے کہہ سکیں:

> " اے خدا کے رسولؐ آپ جو کچھ چاہتے ہیں اسے کر گذریے، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ سمندر بھی ہمارے سامنے لے آئیں اور اس میں داخل ہوں تو ہم آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔ ہمارا ایک بھی شخص پیچھے نہ ہٹے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے کہ کل آپ ہمیں لے کر دشمن سے ٹکرا جائیں۔ ہم جنگ میں ثابت قدم رہنے والے اور مقابلہ کے وقت سچے اترنے والے لوگ ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کچھ دکھا دے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"[1]

Marfat.com

آج پھر انقلابی مشن کو آپ کی جان و مال کی ضرورت ہے۔ آج پھر الہٰی انقلابی مشن آپ سے قرض کا طالب ہے۔ کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟

"عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی کہ "کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے" (الحدید) تو ابو دحداح انصاری نے کہا: یا رسول اللہ کیا اللہ واقعی ہم سے قرض کا طالب ہے؟ فرمایا ہاں ابو دحداح۔ کہا اے اللہ کے رسول اپنا ہاتھ لائیے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنا باغ اپنے رب کو قرض میں دے دیا۔ ان کا ایک کھجور کا باغ تھا جس میں چھ سو درخت تھے۔ اس وقت ام دحداح بچوں کے ساتھ باغ میں تھیں۔ ابو دحداح باغ میں واپس آئے اور آواز دی اے ام دحداح۔ کہا ہاں! باہر نکلو کہ ہم نے باغ رب عزّ و جل کو قرض میں دے دیا ہے۔ بیوی نے کہا اے دحداح آپ کی تجارت کامیاب رہی اور اپنے سامان اور بچّوں کو لے کر باغ سے نکل آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ابو دحداح کے لئے جنت میں کتنے ہی ہرے بھرے پھل دار درخت ہیں۔" [11]

جب تک انقلابی مشن کو اس درجے کا تعاون نہیں ملتا، جب تک ایثار کے مظاہر پھر عام نہیں ہو جاتے اور جب تک دیوانگی کی یہ ریت دوبارہ قائم نہیں ہوتی اسلامی انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ رہے وہ لوگ جنھیں غلبۂ اسلام کا خیال خوش کن تو ضرور لگتا ہے البتہ اس مہم میں کسی عملی شرکت سے جی چراتے ہیں تو یہ دراصل متزلزل ایمان کے لوگ ہیں۔ بھلا ان بےچاروں میں اتنی تاب کہاں کہ سابقون الاولون کا بار اٹھا سکیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ابھی ان کے دلوں میں ایمان کا اترنا باقی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

ضمیمہ

اسلامی انقلاب کا طریقۂ کار

۱ اس بات کے امکانات خاصے کم ہیں کہ کوئی مصلح یا قومی و ملی کاموں میں منہمک کوئی شخص یا کسی خاص نظام کے تحت سکون کی زندگی جینے والا کوئی انسان اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں اچانک انقلاب اسلامی کے لیے خود کو خالص کرے یا اس کے ہاتھوں کوئی واقعی انقلاب برپا ہو جائے۔ اسلامی انقلاب تو دور کی بات عام قسم کے انقلاب کی قیادت بھی عام طور پر ان ہی اشخاص کے درمیان سے ابھرتی ہے جو بالکل ابتدائی مرحلے میں اس دعوت سے متاثر ہوئے ہوتے ہیں اور اسے ابتدا سے ہی اپنی زندگی کا منشور بنا لیتے ہیں۔ ۱۳۵ چھوٹے بڑے انقلابیوں کے کوائفِ زندگی کا ایک تحقیقی مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ۱۰۳ افراد یعنی ۷۶،۳٪ انقلابی ۲۴ سال کی عمر سے قبل ہی انقلابی افکار کے اسیر ہو چکے تھے۔ ان ۱۳۵ انقلابیوں میں ۴۳ سال کے بعد انقلابی افکار سے متعارف ہونے اور اس کے مبلغ بن جانے والوں کی تعداد صرف ۷ بتائی جاتی ہے یعنی تقریباً ۵٪

۲ قد شهدت هذه المواطن كلها علي محمد صلي الله عليه و سلم فليس في موطن اشهده الا انصرف وانا ارني في نفسي اني موضع في غيرشيئ (البداية و النهاية)

۳. اصل الفاظ ملا حظہ ہوں :

ذكر ابن اسحق ان علي ابن ابي طالب جاء وهما يصليان -فقال علي : يا محمد ماهذا ؟ قال : دين الله الذي اصطفي لنفسه و بعث به رسله فادعوك الي الله وحده لا شريك له الي عبادته وان تكفر باللات والعزي فقال: هذا امر لم اسمع به قبل اليوم فلست بقاض امراحتي احدث به اباطالب فكره رسول الله صلي الله عليه وسلم ان يفشي عليه سره قبل ان يستعلن امره فقال له :يا علي اذ لم تسلم فاكتم فمكث علي تلك الليلة ثم ان الله اوقع في قلب علي الاسلام فاصبح غاديا الي رسول الله صلي الله عليه وسلم حتي جاء فقال: ما عرضت علي يا محمد فقال له رسول الله صلي الله عليه وسلم :تشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وتكفر باللات والعزي و تبرأ من الانداد ففعل علي واسلم - ومكث ياتيه علي خوف من ابي طالب و كتم علي اسلامه و لم يظهره . (البداية والنهاية ج ٣ ص ٢٤)

Marfat.com

٥. القرآن

٦. صحيح البخاري

٧. أصل الفاظ ملاحظه هوں : ثم قال يا معشر قريش ما ترو ن اني فاعل بكم قالوا خيرا أخ كريم و إبن أخ كريم قال فاني اقول لكم قال لاخوته لا تثريب عليكم اليوم اذهبوا انتم الطلقاء (زاد المعاد لابن قيم)

٨. أصل الفاظ ملاحظه هوں: فحلق ببصره الي السماء فقال : والله ما انا باقدر ان ادع ما بعث به من ان يشغل احدكم من هذه الشمس مشعلة من نار .... ثم استعر رسو ل الله صلي الله عليه وسلم فبكي (البداية و النهاية)

٩. القرآن ، الحديد ١٠

١٠. سيرت ابن هشام

١١. بحواله تفسير ابن كثير

Marfat.com

اسلامی انقلاب
کا طریقۂ کار

راشد شاذ

297.0
28
10893

انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امہ افیئرز

(ادارہ برائے جملہ امور ملت اسلامیہ)

Marfat.com